جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

ذی الحجہ سنہ ۱۴۲۰ھ

مارچ سنہ ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۸ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ ـ مارچ ۲۰۰۰ء شمارہ : ۳

مدیرِ اعلیٰ
سیّد محمود میاں
مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ
لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ـــــ سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی ″ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ـــــ ″ ۶ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ ـــــ ″ ۱۶ ڈالر

برطانیہ ـــــ ″ ۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ

ماہ . . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ

جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون 092-42-200577

فیکس نمبر 092-42-7726702

○

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ——— ۳

درسِ حدیث ——— حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ——— ۵

مرنا بھی ہے ——— حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب ——— ۱۵

بسم اللہ کی اہمیّت ——— حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ——— ۱۹

علّامہ تفتازانیؒ ——— جناب عبد الجبار قاسمی ——— ۳۰

عیسائی خاتون کے قبولِ اسلام کی کہانی ——— امینہ جناں صاحبہ ——— ۴۲

جنّت میں لے جانے والے کام ——— حکیم محمود احمد ظفر صاحب ——— ۴۶

کھیل اور تفریح ——— حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب ——— ۵۷

حاصل مطالعہ ——— حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ——— ۵۹

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

کچھ عرصہ سے رأس الکفر امریکہ کے صدر کلنٹن کے متوقع دورۂ جنوبی ایشیا کے چرچے اخبارات میں تسلسل کے ساتھ آرہے ہیں اس دَورہ میں صدر کلنٹن کا بھارت جانا طے پاچکا ہے جبکہ پاکستان کا دَورہ تاحال ابہام کا شکار ہے پاکستان کے دَورہ کے ابہام کو رفع کرکے اس کو یقینی بنانے کے لیے کچھ پاکستانی حکام اس قدر بیتابی کا مظاہرہ کررہے ہیں جو ایمانی اور قومی غیرت کے بالکل منافی ہے بالفرض اگر کسی وجہ سے انکا دَورۂ پاکستان سیاسی طور پر مفید ہو تب بھی پاکستانی حکام کی اس بے قراری سے قومی وقار کو جو دھچکا لگے گا اس سے سیاسی فائدہ صفر ہوجائے گا۔

ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس سلسلہ میں بے نیازی سے کام لیا جاتا وہ آتا تو مناسب استقبال اور مہمان نوازی کی جاتی اور اپنے بھرپُور مفادات باوقار انداز میں حاصل کرلیے جاتے اور اگر نہیں آتا تو کچھ پروا نہ کی جائے بلکہ اللہ پر بھروسہ کرکے اپنے مفادات اور طریقوں سے حاصل کیے جائیں اس کا بھارت جانا اور ان کا آپس میں مل بیٹھنا کوئی نئی یا عجیب بات نہیں ہے۔ بلکہ دونوں کے کُفر کا بھی یہی تقاضا ہے اور اسلام دُشمنی کا بھی بقول شاعر رسم دُنیا بھی ہے موقع بھی دستور بھی ہے۔

نبی علیہ السّلام کا فرمانِ برحق ہے۔ "الکفر ملّۃٌ واحدۃٌ"

یعنی (اسلام کے مقابل) کُفر ایک ملّت ہے (اور اُن کے مقاصد مشترک ہیں) لہٰذا حکمرانوں اور اس

کے دَورہ سے دلچسپی رکھنے والوں کو یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہیے اور اپنے اندر ایمانی غیرت پیدا کرکے اس کا مظاہرہ بھی کرنا چاہیے کیونکہ اسی غیرت سے کُفر ہمیشہ مرعوب رہا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔" نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ" (دُشمن پر ایمانی) رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔

عیسائی ملک امریکہ کا صدر کلنٹن جو مذہبی اعتبار سے انتہائی متعصب اسلام اور مُسلمانوں کا پکا دُشمن ہے جو بظاہر اعتدال پسندی کا تاثر دیتا ہے مگر اندرونی طور پر مسلمانوں کے خلاف طویل عرصہ سے جاری صلیبی جنگوں کو دوام دے رہا ہے اپنے مکر و فریب سے دُنیا بھر میں لاکھوں مُسلمانوں کو شہید کرا چکا ہے مُسلمانوں کے دفاعی جہاد کو دہشت گردی کہتا ہے جبکہ خود دُنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد یہی شخص ہے ہونا تو چاہیے تھا کہ کہہ دیا جاتا کہ ہم تم سے بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں لیکن اگر یہ بات کسی وجہ سے مصلحت کے خلاف معلوم ہوتی ہے تو اس کے مکر کا جواب مکر سے دینا چاہیے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وقد مکروا مکرھم وعند اللہ مکرھم و ان کان مکرھم لتزول منہ الجبال

اور وہ (کفار) اپنے داؤ چلا چکے اور اللہ کے سامنے ہیں اُن کے داؤ۔ اگرچہ اُن کے داؤ ایسے زبردست تھے کہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلادیں۔

اللہ کا وعدہ ہے انا لَنَنصُرُ رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد

ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دُنیا کی زندگانی میں اور جب (آخرت میں) کھڑے ہوں گے گواہ

اگر ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو اللہ کے اس سچے وعدہ پر کامل وثوق ہے تو انشاء اللہ آخری فتح ہماری ہوگی۔

مولای صل وسلم دائما ابدا　درس حدیث　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت اور غار کے ساتھی زاہد و امین
حضرت عمر رضی اللہ عنہ قوی اور امین فارق بین الحق والباطل
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرم وحیا کا پیکر
حضرت علی کرم اللہ وجہہ راہ مستقیم بتلانے والے

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۷، سائیڈ اے ۸۳-۱۰-۱۸

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد! عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ تُؤَمِّرُ بَعْدَکَ قَالَ اِنْ تُؤَمِّرُوْا اَبَا بَکْرٍ تَجِدُوْہُ اَمِیْنًا زَاھِدًا فِی الدُّنْیَا رَاغِبًا فِی الْاٰخِرَۃِ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عُمَرَ تَجِدُوْہُ قَوِیًّا اَمِیْنًا لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِیًّا وَلَا اَرَاکُمْ فَاعِلِیْنَ تَجِدُوْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًّا یَأْخُذُبِکُمُ الطَّرِیْقَ الْمُسْتَقِیْمَ

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا بَکْرٍ زَوَّجَنِیْ اِبْنَتَہٗ وَحَمَلَنِیْ اِلٰی دَارِ الْھِجْرَۃِ وَصَحِبَنِیْ فِی الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِّنْ مَّالِہٖ رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا تَرَکَہُ الْحَقُّ وَمَالَہٗ مِنْ صَدِیْقٍ رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ یَسْتَحْیِ مِنْہُ الْمَلَائِکَۃُ رَحِمَ اللّٰہُ عَلِیًّا اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ[1]

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کسی نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! آپ کے بعد ہم کس کو اپنا امیر

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۷

دوسر براہ بنائیں؟ آپ نے فرمایا! اگر تم میرے بعد ابوبکر کو اپنا امیر بناؤ گے تو ان کو امانتدار اور دُنیا سے بے پروا اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے اور اگر عمر کو اپنا امیر بناؤ گے تو اُن کو (بار امانت اُٹھانے میں) بہت مضبوط، امین اور اُن کو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے خوف پاؤ گے اور اگر علی کو اپنا امیر بناؤ گے درانحالیکہ میرے خیال میں تم ان کو (اختلاف و نزاع کے بغیر) اپنا امیر بنانے والے نہیں ہو تاہم جب بناؤ گے تو اُن کو راہِ راست دکھانے والا (یعنی مکمل مُرشد) بھی پاؤ گے اور کامل ہدایت یافتہ بھی جو تمہیں صراطِ مستقیم پر چلائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ ابوبکر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اُنھوں نے اپنی بیٹی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کا نکاح مجھ سے کردیا اور اپنی اُونٹنی پر سوار کرکے مجھ کو دارِ ہجرت (یعنی مدینہ منورہ) لے آئے (سفرِ ہجرت کے دوران) غارِ ثور میں میرے ساتھ رہے اور اپنے مال سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (خرید کر) آزاد کیا (اور میری خدمت میں دے دیا) اللہ عمر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے وہ جو بات کہتے ہیں خواہ کسی کو تلخ ہی کیوں نہ لگے اور حق گوئی نے اُن کو اِس حال پر پہنچا دیا کہ ان کا کوئی دوست نہیں، اللہ تعالیٰ عثمان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے ان سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علی پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اے اللہ! حق کو علی کے ساتھ رکھ کہ جدھر علی رہے ادھر ہی حق رہے"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ذکر ہو رہی تھی، اُس میں یہ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اِنْ تُؤَمِّرُوْا اَبَا بَكْرٍ اور تم ابوبکرؓ کو امیر بنالو گے تو انھیں تم نہایت امانت دار پاؤ گے کہ خدا کے مال میں یا حقوق میں خیانت نہیں کریں گے، مالی خیانت ہو یا حقوق کی دونوں ہی قسم کی خیانتیں خیانتیں ہی ہیں۔

زاہد وہ ہے جس کے دل میں دُنیا کی محبّت نہ ہو

زَاهِدًا فِي الدُّنْيَا رَاغِبًا فِي الْآخِرَةِ دُنیا میں وہ زاہد یعنی دُنیا سے کوئی لگاؤ نہیں ہے اور یہی میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت سُلیمان علیہ السّلام باوجود اس کے کہ پُوری دُنیا پہ اُن کی حکومت تھی لیکن وہ زاہد تھے، یعنی اُن کو کسی چیز سے لگاؤ نہیں تھا۔ دنیا کی کسی چیز سے ان کو ایسی محبّت نہیں تھی کہ جو

خدا کی راہ میں اُس کے احکام کی اطاعت میں حائل ہوتی ہو یہ چیز ہرگز نہ تھی تو وہ زاہد ہُوئے چاہے کتنی ہی بڑی دولت ہو کتنی زیادہ دولت ہو اور چاہے کتنی ہی بڑی حکومت ہو، اب حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کو آپ نے زاہد فرمایا۔ زاہد ہیں۔

گوشہ نشین ہو کر بیٹھنے والا زاہد نہیں ہوتا

وہ آدمی جو ترکِ دُنیا کر کے گوشہ نشین ہو جائے اُس کو زاہد نہیں کہا گیا بلکہ اُس کو منع کیا گیا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ آدمی اگر ایک طرف ہو کر بیٹھ بھی جائے اور اُس کے ذہن میں دُنیا کی محبت ہو، یہاں والوں کے خیالات، شہر والوں کے خیالات، آبادی والوں کے خیالات سمائے رہیں دماغ میں تو باوجود اس کے کہ وہ ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ پھر بھی حقیقتاً وہ وہاں نہیں ہے۔

ہجرت سے منع کرنے کی وجہ

اسی واسطے ہمارے حضرات کہتے ہیں کہ (بلا شرعی ضرورت کے) ہجرت نہیں کرو (مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کی طرف) ہجرت کی نیت نہ کرو، اگر کوئی جا بھی رہا ہے وہاں رہنا چاہتا ہے تو چلا جائے رہ لے وہاں، ہجرت کی نیت نہ کرے کیونکہ ہجرت کی نیت اگر کرے گا اور جی نہ لگا خدانخواستہ تو ہجرت کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا اور وہ تارکِ ہجرت ہو جائے گا جو گناہ ہے، دوسری بات یہ ہے کہ وہاں جانے کے بعد اگر اُسے پھر یہاں کی یاد آتی رہی تو یہ بہت بُری بات ہے بہ نسبت اس کے کہ آدمی یہاں رہے اور یاد وہاں کی آتی رہے یہ بہت اچھی بات ہے تو جانے کو رہنے کو منع نہیں کرتے مگر وہاں پر ہمیشہ رہ جانے کی نیت کر لینی یہ نبھانی مشکل ہو جاتی ہے اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ بہتر نہیں ہے
ارشاد فرمایا کہ اگر تم ابوبکر کو امیر بنالو گے تو تم ان کو نہایت امانت دار، دُنیا میں زاہد اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اور اُن کے تصرفات کی نوعیت

اس ذیل میں پچھلی دفعہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تھا اور اُس میں مَیں نے آپ کو واقعات بتلائے تھے کہ اُنھوں نے مالی تصرفات ایسے کیے جن پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اعتراض تھا یہ نہیں تھا کہ اُن کی کمائی ناجائز تھی یا ناجائز طرح اُنھوں نے لے لیا بلکہ خرچ اُس انداز سے کیا کہ جس انداز سے غیر مُسلم متمول لوگ کیا کرتے تھے یا نواب کیا کرتے تھے یا بادشاہ کیا کرتے تھے وہ پسند نہیں تھا اُن کو، ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدھا مال لے لو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آدھا مال لے لیا حتّٰی کہ دو جوتے تھے ایک جوتا لے لیا، کوئی چیز نہیں چھوڑی آدھی آدھی کر ڈالی، بالکل اطاعت کی حضرت عمرؓ کی جیسے اُنھوں نے حکم بھیجا اور یہ فرمایا

جنگ کے معاملات میں اِن سے مشورہ لیتے رہو۔ امیر نہ بناؤ اِن کو، لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا تھا (پچھلے درس میں، اور بیچ میں رہ گئی تھی بات)، دوسری دفعہ جب ہُوا تو حضرت عمرؓ نے بُلایا اپنے پاس اور حساب کیا اور فرمایا کہ جو ساٹھ ہزار سے زیادہ ہیں وہ تمہارے اور ساٹھ ہزار بیت المال کے حق میں انکا مال ضبط کر لیا اور پھر فرمایا کہ تم میرے نزدیک بڑے عزیز ہو بڑے ہی محبوب ہو اور آئندہ کبھی تمہیں میری طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ کہ وہ مال رکھتے ہی نہیں تھے اپنے پاس خرچ کر دیا کرتے تھے۔ ان کے خلاف بددیانتی کا کوئی ثبوت ملتا ہی نہیں۔

وہ بھی زاہد ہی تھے ایک طرح کے مگر خرچ کرنے کا انداز جو تھا وہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گوارا کر لیا تھا اور اجازت دے دی تھی اُس کی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اِس معاملہ میں بہت زیادہ سخت رہے ہیں اُنھیں وہ پسند ہی نہیں تھا تو اُنھوں نے یہ کیا۔

حضرت خالدؓ کی بزرگی

میں حضرت خالدؓ کی بزرگی کی بات بتلانی چاہتا تھا۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بھی بات بتانا چاہتا تھا کہ ایک دفعہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لیے آدمی بھیجے وہ گئے تو ان میں سے تین آدمیوں نے انکار کر دیا، ایک ابن جمیل ایک آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ ایک حضرت خالدؓ۔ آ کر اُنھوں نے عرض کیا کہ تین نے انکار کر دیا۔ اُنھوں نے نہیں دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّکُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا یہ خالد جو ہیں تم ان کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو کیونکہ اُنھوں نے حَبَسَ اَدْرَاعَہٗ وَاَعْتَدَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُنھوں نے جو سامان تھا وہ خدا کی راہ میں صرف کر ہی دیا اُن سے کچھ اور مانگنا ٹھیک نہیں ہے، ہو تو دیں، ہے ہی نہیں اُن کے پاس جو ہے خدا کی راہ میں وقف کر ہی رکھا ہے۔

حضرت عباسؓ نے صدقہ پیشگی دیا ہُوا تھا

حضرت عباسؓ کے بارے میں فرمایا ہے یہ عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، بس اتنا فرمایا دوسری حدیثوں میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ پیشگی دے چکے تھے اور خفیۃً دے چکے تھے اُس کا پتہ نہیں تھا لوگوں کو، اور پیشگی دو سال کا دیا۔

مالداری اور نافرمانی

ابن جمیل کو فرمایا کہ ابن جمیل کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرما دی تھی وہ بہت بدحال تھا بہت خوش حال ہو گیا جب بہت زیادہ خوش حال ہو گیا

تو بس اُسی میں مگن ہوگیا ، مشغول ہوکر رہ گیا تو اُس نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ بس اُس کے دل میں پھر بھی ہے کہ اَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ کہ اللہ اور رسول نے اُسے بس مستغنی کیا ہے اس لیے وہ نہیں دیتا اُس کی توجہ کوئی نہیں ہے سوائے اِس کے کہ وہ مستغنی ہونے کی وجہ سے نافرمانی میں پڑگیا۔

حضرت خالدؓ کا تقرب اور زہد

اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت کوئی ترکہ وغیرہ ایسا نہیں ہے کہ جو کہا جائے کہ غیر معمولی تھا کوئی چیز اُن کے پاس ایسی نہیں تھی بلکہ کم ہوتا آتا ہے اور جہاں تک اُن کے مقرب ہونے کا تعلّق ہے تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقرب تھے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جو مقرب ہوگا وہ اللہ کا بھی ہوگا۔

حضرت خالدؓ کا توکل اور ولایت

امام ابو یُوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الخراج میں واقعہ لکھا ہے کہ جب یہ عراق کا علاقہ فتح کر رہے تھے اور ایک جگہ پہنچے تو اُن لوگوں کی طرف سے گفتگو کے لیے ایک آدمی آیا جو بڑی عمر کا تھا اُس سے اِنھوں نے بات چیت کی، اُس سے حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا یہ زہر ہے کہا یہ کس لیے لائے ہو؟ اُس نے کہا کہ یہ اس لیے لایا ہوں کہ اگر مَیں گفتگو میں کامیاب نہ ہوا تو مَیں واپس جاؤں گا ہی نہیں اُن کو مُنہ ہی نہ دکھاؤں گا اور یہ زہر کھاکر مر جاؤں گا اور اگر میں کامیاب ہوگیا۔ پھر واپس چلا جاؤں گا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہ زہر لے لیا اور بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ یہاں تک جملہ تحریر فرماتے ہیں امام ابو یُوسف رحمۃ اللہ علیہ، اور وہ زہر خود استعمال کر لیا اور کوئی اثر نہیں ہُوا، تو جو بڑی عمر کا آدمی تھا تجربہ کار بُوڑھا وہ واپس گیا اور جاکر اُس نے کہا کہ یہ لوگ اِس قسم کے ہیں کہ زہر بھی اثر نہیں کرتا اور ان سے لڑنا ٹھیک ہے ہی نہیں، تو مصالحت کر لیا کرتے تھے کفار یعنی ہتھیار ڈال دیا کرتے تھے ایک طرح سے تو وہ بہت بڑے ولی تھے تو حضرت خالدؓ کے متعلّق، ان چیزوں سے جو ذکر میں آجاتی ہیں کہیں کہیں آدمی کے ذہن میں کوئی بُرا خیال بھی آسکتا ہے اِس لیے مَیں نے اُن کی فضیلت کے بارے میں چند چیزیں ذکر کیں۔

ہمیشہ غالب رہنے کی وجہ

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو سیف اللہ فرمایا ہے اللہ کی تلوار تھے بھی وہ اِسی طرح کہ جس جگہ بھی گئے ہیں اللہ نے اُن کو کامیابی دی ہے اور سب پر غلبہ دیا۔ جو بھی اُن کے مقابلہ میں آیا ہے اُس پر وہ غالب رہے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی تعریف

(تو بات یہ چلی تھی کہ) آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت میں آتا ہے یہ کہ آپ نے ایک جگہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا بَکْرٍ اللہ تعالیٰ ابوبکر پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہے زَوَّجَنِیْ اِبْنَتَہٗ وَ حَمَلَنِیْ اِلٰی دَارِ الْھِجْرَۃِ انھوں نے شادی کی میری اپنی لڑکی سے اور اُنھوں نے مجھے مدینہ منورہ تک سفر کرایا وَصَحِبَنِیْ فِی الْغَارِ اور غار میں میرے ساتھ رہے وہاں رہنا بہت خطرناک کام تھا۔ ویسے ہی خطرناک سانپوں والی غیر آباد جگہ بھی تھی اور اَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَّالِہٖ حضرت بلال کو آزاد کیا اپنے مال سے۔

تربیت کا عملی ثبوت

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا تھا۔ چند روز بعد حضرت بلال نے کہا کہ آپ نے اگر مجھے لیا ہے اپنے کام کے لیے تو کام بتائیں اور اگر کام کے لیے نہیں لیا ہے خدا کے لیے لیا ہے تو مجھے چھوڑیں تو اُنھوں نے آزاد کر دیا، لیا ہی اِس تھا کہ مالک اُنھیں تنگ کرتا تھا۔ طرح طرح پریشان کرتا تھا تو حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح طرح تعریف فرمائی ہے یہ فرمایا کہ میرے بعد اگر تم اُنھیں امیر بناؤ گے تو اُنھیں ایسا پاؤ گے۔

حضرت عمرؓ کی تعریف

اِنْ تُؤَمِّرُوْا عُمَرَ تَجِدُوْہُ قَوِیًّا اَمِیْنًا لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ اگر اُن کو بناؤ گے امیر تو تم دیکھو گے کہ وہ بہت قوی ہیں بڑے قوی ثابت ہوں گے۔ امین نہایت امانت دار، لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ خدا کے دین کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کے بارے میں اُنھیں پروا نہ ہوگی خوف ہی نہ ہوگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں واقعہ اسی طرح ہُوا کوئی کچھ کہتا رہے اُن کو اِس کا خیال نہیں ہوتا تھا۔

حضرت عمرؓ کا دبدبہ و ہیبت

اُن کے بارے میں مشہور ہے کہ جب وہ بیت المقدس پہنچے میں تو وہاں ان کی باری آئی ہُوئی تھی کہ جو خادم ہو وہ سوار ہو اور یہ پیدل چلیں تو اسی طرح سے وہ پیدل بیت المقدس پہنچے تو اُنھوں نے حضرت عمرؓ کی شکل اور اپنی کتابوں میں پہلے سے موجود علامات دیکھ کر بغیر لڑے دروازہ کھول دیا۔ تو اُنھیں کوئی پروا نہیں تھی وہ خطبہ دے رہے تھے اور پیوند لگے ہوئے تھے۔ کسی کا کوئی خیال ہی نہیں تھا کہ کوئی مجھے کیا کہے گا۔

وہاں بغیر پہرے دار کے رہے دُشمنوں نے فائدہ اُٹھانا چاہا مگر ہمّت نہ پڑی

وہاں رہتے تھے اور کوئی پہرہ دار نہیں

تھا۔ لوگ باہر سے وہاں پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اکیلے پایا اور بدنیتی بھی کی ہے کچھ لوگوں نے کہ خلیفہ وقت ہے، تنہا ہی رہتا ہے بغیر انتظامات کے رہتا ہے اور اسی ارادہ سے ایک شخص گیا تھا وہاں تو ہمت نہیں ہوئی قدرتی رعب اس قدر زیادہ تھا کہ وہ مُسلمان ہوگیا بجائے اِس کے کہ کوئی اُن کو نقصان پہنچاتا تو یہ قوت تھی، یہ خُدا کی دی ہُوئی تھی جو اُن کے اندر بھی تھی اور باہر بھی تھی زبان پر بھی تھی گفتگو میں بھی تھی، جو وہ کہہ دیں بس وہ ہی چلتا تھا اُس کے خلاف کیا نہیں جا سکتا تھا۔

حضرت عمرؓ میں آرام طلبی بالکل نہ تھی

اور بالکل آرام طلبی نہیں آنے دی اپنے کام میں خاص طور پر کہ رعایا اور حکام کے درمیان نہ اُن کا آرام طلب ہونا حائل ہُوا اور رعایا اور حکام کے درمیان سنتری وغیرہ بھی حائل نہ ہوں تو اپنے یہاں منع فرمادیا تھا کہ کوئی میرا گورنر سنتری نہ رکھے۔

اسلام کے زبردست اثرات اور حضرت ابوعبیدہؓ کا کُفّار سے اچھا معاملہ اور اسکا نتیجہ

حالانکہ دُشمنیاں چلی ہوئی تھیں۔ اُس علاقہ کو فتح کیا تھا اُنھوں نے اپنے حکمران بھیجے تھے مگر اسلام پہ اگر آپ غور کریں اور تعلیمات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ جب یہ پھیلتا ہے اور ہر شعبۂ زندگی میں پھیلتا ہے تو اُس کا اثر بڑا زبردست ہوتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جو علاقہ فتح کر لیا تھا تو پھر اُس علاقے سے پیچھے ہٹنا پڑا وہ لوگ (کفّار) آئے اور اُنھوں نے کہا کہ ہمارے پیسے جو ہم دے چکے ہیں آپ کو، جان اور مال کی حفاظت کے لیے وہ واپس کر دیں تو اُنھوں نے واپس کر دیے، تو اُن لوگوں نے کہا کہ اگر وہ (کافر) حکمران ہوتے ہرقل وغیرہ تو ہمارے پیسے کبھی واپس نہ کرتے کھاجاتے تو یہ سارے علاقے جو فتح ہُوئے یہ مُسلمانوں کے اخلاق اور قانون کے لحاظ سے بہترین معاملات کی وجہ سے اُنھوں نے دُشمنی نہیں نکالی ورنہ کوئی حاکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زندہ رہ ہی نہیں سکتا تھا مار ہی ڈالتے یہ لوگ، اور یہ نہیں تھا کہ اُس زمانے میں پہرے نہیں ہوتے تھے باڈی گارڈ نہیں ہوتے تھے، سب کچھ ہوتا تھا اور نچلی سطح تک ہوتا تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا اور وہی (دُشمنوں کا) علاقہ فتح ہُوا ہے اُسی علاقہ پر اپنا حاکم آیا ہے۔ بغیر حفاظت کے رہ رہا ہے۔ بغیر نگران کے رہ رہا ہے۔

فوری انصاف اور قوانین پرعمل کا فائدہ

تو معلوم یہ ہُوا کہ اگر اُصول و قوانین پر پُوری قوم عمل کرنے لگے اور فوری انصاف کے ساتھ ہو تو پھر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، حالانکہ دُشمنی تازہ تازہ تھی فتح تازہ تازہ تھی وہ دیکھتے ہیں کہ حکمران ہوتے ہیں محافظ ہوتے ہیں سب

کچھ ہوتا ہے' اِس کو مارو اس کو مارو، دوسرے کو مارو تیسرے کو مارو جو آئے مارے جاؤ، مگر یہاں کچھ بھی نہیں ہُوا اور کسی نے بھی کچھ نہیں کیا تو اگر سب ایسے ہی ہونے لگیں تو پھر بالکل ٹھیک ہی رہتا ہے نظام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آرڈر تھا کہ بالکل آرام طلبی نہ ہو تمہارے اندر بلکہ دروازہ بھی نہ ہو تمہارے آگے، اُنھوں نے کہا کہ موٹا کپڑا پہنو اور یہ کرو اور یہ کرو، بالکل چُست رہو سُست نہ رہو اور دیر بالکل نہ لگے جو انصاف کے لیے آئے فوراً اُس کا کام کرو اور ٹھیک طرح کرو۔ جب فوراً انصاف مل جاتے ختم ہو جاتا ہے قصّہ، جھگڑے نہیں رہتے۔

لڑائی جھگڑوں کی وجہ

جھگڑے تو ہوتے ہی اِس لیے ہیں کہ وہ سمجھتا ہے کہ مَیں جھگڑلوں گا اور مار لوں گا اور پھر بھی بچ جاؤں گا۔ حق تلفی بھی کرلوں گا اور پھر بھی بچا رہوں۔ داد رسی بہت دیر میں ہوگی۔ یہ بات تھی ہی نہیں اُن میں۔ ارشاد فرمایا: تَجِدُوْہُ قَوِیًّا اُنھیں تم بہت قوی پاؤ گے اور امانت دار پاؤ گے

آج کے ہمارے حکمران امین نہیں ہوتے

جتنے بھی آتے ہیں ہمارے حکمران وہ سمجھتے ہیں کہ یہ موقع پھر کب آئے گا اور آیا ہُوا موقع چھوڑنا یہ بیوقوفی ہے تو اِس طرح وہ عقل مندی کا ثبوت دیتے ہیں اور اپنے لیے آگے تک کا انتظام کر لیتے ہیں۔ جائز ناجائز اور طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے یہ امین ہونا نہیں ہے۔ امین ہونا یہی ہے کہ اپنے لیے نہ ہو۔ ان میں تو مجھے ضیاالرحمٰن (بنگلہ دیش کا حکمران) بہت پسند آیا، جب انتقال ہُوا ہے اُس کا جب وہ شہید ہُوا ہے اُس کے پاس کل چالیس ہزار ٹکے نکلے، کل مال اُس کے پاس اتنا تھا وہ بالکل ٹھیک آدمی معلوم ہوتا تھا، لیکن اُسے پھر گوارا نہیں کیا گیا۔ سازشوں کا شکار ہو گیا۔ تو اس طرح لوگ اگر ہوں تو جیسا وہ تھا اِسی طرح اگر اور حکام ہونے لگے تو پھر حالات تبدیل ہو جائیں گے۔ نیچے تک اثر پڑتا ہے اور سب کا ایک رنگ ہو تو نیچے تک اثر پڑتا ہے یہ نہیں کہ اُس دَور میں پڑتا تھا بلکہ اس دَور میں بھی پڑتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ خُدا کے احکام کے بارے میں اُنھیں کسی کی پروا نہیں، کوئی اچھا کہے تو ٹھیک، بُرا کہے تو ٹھیک وہ اپنا کام جو خدا کا حکم ہے وہ کر کر چھوڑیں گے، اُن کا یہ مزاج تھا تو واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جب دَور آیا ہے تو اُنھوں نے اسی طرح سے کیا ہے اُنھیں کسی کی کوئی پروا نہیں تھی صرف خُدا پر اور اُس کے احکام پر نظر رکھتے تھے اور ذرا دیر بھی نہیں کرتے تھے

خُدا کے حکم کو پُورا کرنے میں

حضرت عمر رضؓ نے اپنے بہنوئی کو حد لگادی

اپنے بہنوئی کو بُلالیا اُن پہ اعتراض ہُوا کہ اُنھوں نے شراب پی ہے۔ نشے کی حالت میں پائے گئے تھے اور وہ اہلِ بدر میں سے تھے، قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کہ بھائی تم نے یہ کیا کیا، پھر تحقیقات کرائیں گھر میں سے کہ یہ پیتے ہیں شراب یا نہیں اُنھوں نے کہا کہ ہاں پی لیتا ہُوں وہ قرآن میں آیا ہے کہ متقی آدمی اگر کچھ کھا پی لے تو کچھ حرج نہیں تو آب یہ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اذا ما اتقوا و آمنوا ثم اتقوا و احسنوا واللہ یحب المحسنین تقوٰی بھی اور اچھائی بھی کرتے ہوں ایسے لوگ اگر کچھ کھا پی لیں تو اُس میں کوئی حرج نہیں ہے لَیْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، اور ایمان اور عمل صالح کرتے ہوں جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا جو وہ کھالیں اُس میں کوئی حرج نہیں۔

حد کے ساتھ ساتھ علمی غلطی کی اصلاح بھی فرمائی

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس کا مطلب سمجھنے میں غلطی کر رہے ہو۔ اِنِ اتَّقَيْتَ لَاجْتَنَبْتَ اگر آپ تقوٰی کرتے تو اِس حالت سے بچتے کہ نشہ کی نوبت آتی، نشہ کی حالت ہرگز نہ آنے دیتے یہ تو آپ نے تقوٰی خود چھوڑا ہے جب نشہ کی حالت آئی تو تقوٰی چھوٹ گیا آپ کا،

اسلام میں موت سے کم درجہ کی سزا بیماری کی حالت میں مؤخر کر دی جاتی ہے جب صحّت ہوجائے تو جاری کی جاتی ہے

اس وقت اُن کی طبیعت خراب تھی لہٰذا اُنھوں نے چھوڑ دیا اور ہاتھ بھی نہیں لگایا اور یہ قاعدہ ہے، اسلامی اُصول ہے اسلامی قانون ہے یہ، لیکن پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ اگر میں مرگیا اور انہیں حد نہ لگائی مَیں نے تو گویا خُدا کی حد میں کوتاہی کی تو ایک دو دن بعد بلوایا اور حد لگوائی، اَب تھے تو وہ بہت بڑے آدمی۔ بہرحال غلطی ہر آدمی سے ہوسکتی ہے اور بہنوئی بھی تھے حضرت عمر رضؓ سے خفا ہوگئے، حج کیا ہے حج سے جب واپس آرہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ صَالِحْ اَخَاكَ قُدَامَةَ، صُلح کرو فَاِنَّهٗ اَخُوْكَ وہ تمہارے بھائی ہیں، بلوایا اور بُلاکر پھر اُن سے صلح صفائی کی۔

صلح صفائی کا مطلب ؟

صلح صفائی کا مطلب یہ تھا کہ وجہ بتادی کہ مَیں نے جو تمہیں سزا دینے میں اور حد جاری کرنے میں جلدی کی ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے یہ خیال آیا کہ

ہیں آخرت میں کیا جواب دوں گا۔ خدا کی بارگاہ میں اور اِس کے سوا یہ کہ کوئی غصہ ہو یا تمہیں پریشان کرنا مقصود ہو یہ بالکل نہیں تھا، صرف یہ خیال تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ـــــ قوی بھی تھے امین بھی تھے لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ، بہرحال اُن کی صفائی ہوگئی حضرت قدامہ ابنِ مظعون رضی اللہ عنہ سے بہرحال بڑے آدمی ہیں اہلِ بدر میں سے ہیں اہلِ بدر جو ہیں اُن کی بخشش کی بشارت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار دی ہے تو ان سے یہ غلطی ہو رہی ہوگی (آیت کا مطلب) سمجھنے میں اس بہانے خدا نے دُنیا میں اُن کی غلطی کی اصلاح کرائی تھی تو یہ واقعہ پیش آگیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو بُلا لیا وہ بحرین میں رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے وہاں عامل تھے، تو لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ کسی کی اُن میں پروا نہیں تھی کوئی کیا کہے گا۔ رشتہ دار ہیں بہنوئی ہیں یہ ہیں یا بہنوئی رہے تھے کچھ کہتا رہے اُنھیں کوئی اس کا خیال نہیں تھا، لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ یہ ایک مقام تھا اُن کا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آخرت میں اُن کا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ○ فون 7322408

مرنا بھی ہے

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب

سب کو معلوم ہے کہ مرنا ہے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنا ہے میدان حشر میں حساب کتاب ہے، سوال د جواب ہے، نیکیوں کا بدلہ جنّت ملے گی، اور گناہ عذاب دوزخ کا ذریعہ بنیں گے۔ یہ سب جانتے اور مانتے ہوئے گناہوں سے باز نہیں آتے۔ توبہ کرنے کی طرف توجّہ نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ زبان سے توبہ توبہ کر لیتے ہیں لیکن دل کی گہرائی سے یہ فیصلہ نہیں کرتے کہ ہم آئندہ گناہ نہیں کریں گے اور اگر پختگی کے ساتھ آئندہ گناہ نہ کرنے کا فیصلہ کر بھی لیا تو توبہ کے شرائط میں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تلافی کرنا ہے اس سے غفلت برتتے ہیں۔ توبہ کر لی جو نمازیں قضا ہیں اور جو روزے چھوڑے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دی ہے اور جو فرائض و واجبات ترک کیے ہیں جن کی تلافی ممکن ہے اُن کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ حقوق العباد جو اپنے ذمّہ واجب ہیں ان کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ لوگوں کے قرضے ادا کریں اگرچہ قرض خواہ بھول چکے ہوں جو رشوتیں لی ہوں واپس کریں جو غیبتیں کی ہوں یا سُنی ہوں ان کی تلافی کریں، یعنی لوگوں سے معافی مانگیں، غیبت کر کے جن کا گوشت کھایا ہے۔ معافی مانگنا ممکن نہ ہو مثلاً یہ کہ وہ لوگ فوت ہو چکے ہوں یا اُن کا پتہ معلوم نہیں ہے تو اُن کے لیے اس قدر مغفرت کی دُعا کریں جس سے دِل مطمئن ہو جائے کہ اگر اُن کو ہمارے غیبت کرنے یا سُننے کا پتہ چل جاتا تو اس کے عوض اس دُعائے مغفرت سے خوش ہو جائے۔

بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ جس کی غیبت کی ہو۔ یا سُنی ہو اگر اس کو غیبت کا پتہ نہ چلا ہو تب بھی اس کے لیے بہت زیادہ دُعائے مغفرت کرے کیونکہ یہ جا کر کہنا کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے تو اس سے اس کو تکلیف ہوگی جو بے خبری کی صُورت میں اب تک نہ ہُوئی تھی۔

جس کسی کو ظلماً مارا پیٹا ہو، یا کسی کو گالی دی ہو۔ زمین و جائیداد دبالی ہو کسی بھی طرح سے حق تلفی کی ہو اس سب کی تلافی کرنا فرض ہے ایسی توبہ جس سے گناہ نہ چھوٹے اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی تلافی نہ ہو تو وہ توبہ نہیں ہے توبہ

کا دھوکہ ہے۔

ہر شخص غور کرے کہ میرے ذمّہ کس کس کے کیا حقوق نکلتے ہیں اگر یہاں ادائیگی نہیں کی تو آخرت میں ادا کرنا ہوگا اور یہاں معافی مانگ کر یا روپیہ پیسہ دے کر تلافی ہو سکتی ہے لیکن آخرت میں اصحاب حقوق کو نیکیاں دینا ہوں گی اور اُن کے گناہ اپنے سر لینے ہوں گے جس کا انجام بُرا ہوگا۔

جب تک جان میں جان ہے اس دُنیا میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تلافی ممکن ہے۔ آنکھیں بند ہوتے ہی دوسرا جہان نظر آئے گا اور تلافی کا امکان ختم ہو جائے گا، موت کا پتہ نہیں کب آجائے اس لیے ضروری ہے کہ جلد از جلد سچی توبہ کی جائے اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی تلافی کی جائے۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَابَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتبَعَ نَفْسَہٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللہِ۔

یعنی ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور بے وقوف وہ ہے جو نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے لگائے رہے اور اللہ تعالیٰ سے آرزوئیں رکھے۔

بدعملی کے ساتھ مغفرت کی آرزوئیں رکھنا بے وقوفی ہے، جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہُوا۔ بہت سے لوگ گناہوں میں اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ اُن کے نزدیک گناہوں کی کوئی حیثیّت ہی نہیں، فسق و فجور ہی کو زندگی کا مقصد بنائے ہُوئے ہیں، نہ توبہ کرتے ہیں، نہ توبہ کی ضرورت سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کو توبہ کا کبھی کبھی خیال تو آتا ہے، لیکن نفس اور شیطان یہ سمجھاتے ہیں کہ ابھی گناہ کرتے رہو بہت زندگی پڑی ہے۔ اخیر عمر میں توبہ کر لیں گے، حالانکہ موت کا وقت معلوم نہیں ہر منٹ اور سیکنڈ میں یہ احتمال ہے کہ شاید یہی عمر کا آخری لمحہ ہو۔ آج کل ایسے حوادث اکثر ہوتے رہتے ہیں کہ اچانک موت آجاتی ہے، آئندہ توبہ کرنے کی اُمّید پر گناہ کرتے رہنا اور توبہ کا موقع ہوتے ہوئے توبہ نہ کرنا بہت بڑی نادانی اور بے وقوفی ہے۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھیں یہ احساس ہے کہ گناہ بُری بات ہے اور یہ پکڑ کا ذریعہ ہے لیکن ان کا نفس اندر سے یہ سمجھاتا ہے کہ اللہ بڑا رحیم و کریم ہے وہ بخش دے گا لیکن یہ نہیں خیال کرتے کہ

اللہ شدید العقاب بھی ہے جبار و قہار بھی ہے، ضروری نہیں کہ بخش ہی دے، سمجھ دار آدمی اس طرح سوچتا ہے کہ نہ بخشا تو کیا ہوگا؟ جب بدعملی کرتا رہے، فرائض و واجبات ضائع کرے، گناہوں سے باز نہ آئے اور مغفرت کی اُمّید باندھے رہے اس کو حدیث میں بے وقوف بتلایا۔

دُنیا کے حالات اور معاملات بدلتے دیکھتے ہیں کہ ذرا ذرا سے احتمال پر غور و فکر کرتے ہیں، سفر میں جاتے ہیں تو ضرورت سے زیادہ رقم لے کر جاتے ہیں کہ ممکن ہے زیادہ ضرورت پڑ جائے یا کوئی حادثہ پیش آجائے کوئی شخص مریض ہوجائے تو متعدّد حکیموں ڈاکٹروں کو دکھاتے ہیں ہر دو چار دن میں علاج بدلتے ہیں کہ شاید اس کی سمجھ میں مرض آجائے اور شاید فلاں دوا سے فائدہ ہوجائے لیکن آخرت کے معاملات میں محض آرزو سے کام چلاتے ہیں یہ نفس اور شیطان کا دھوکہ ہے۔

ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے:

مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ هِيَ الْجَنَّةُ۔

یعنی جس شخص کو ڈر ہوتا ہے کہ شاید منزل تک نہ پہنچ سکیں وہ اندھیری رات میں اُٹھ کر چل دیتا ہے اور جو اندھیری رات سے سفر میں جاتا ہے منزل کو پالیتا ہے۔ پھر فرمایا: کہ خبردار! اللہ کا سودا مہنگا ہے، خبردار! اس کا سودا جنّت ہے۔

جس کو جنّت لینا ہے وہ غفلت میں پڑا رہے، گناہوں میں مُبتلا رہے اور فرائض و واجبات کو ضائع کرتا رہے اور توبہ کو کل پر ٹالتا رہے اس سے بڑھ کر کوئی احمق اور بے وقوف نہیں۔

صغیرہ کیا ہے اور کبیرہ کیا ہے اس بحث میں نہ پڑے۔ مؤمن کا کام یہ ہے کہ ہر گناہ چھوڑے تاکہ عذاب سے بچے اور آخرت دُرست ہو۔

گناہ، گناہ ہی ہے اگرچہ صغیرہ ہو۔ زہر، زہر ہی ہے اگرچہ تھوڑا سا ہو۔ عُلماء نے بتایا ہے کہ صغیرہ گناہ کو کرتے رہیں تو وہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور جو لوگ کسی صغیرہ گناہ میں مُبتلا ہیں عام طور سے اس کو کرتے ہی رہتے ہیں لہٰذا جس کو صغیرہ سمجھتے ہیں اگر کبیرہ نہ ہو تب بھی وہ کبیرہ ہو ہی جاتا ہے پھر صغیرہ گناہ کی عادت ہوجائے تو نفس و شیطان کبیرہ گناہوں تک پہنچا دیتے ہیں اس لیے صغیرہ و کبیرہ ہر گناہ سے پرہیز کریں اور جو کوئی گناہ ہوجائے خواہ صغیرہ ہی ہو فوراً توبہ کریں، اہل ایمان کی یہی شان ہے۔

مالامال ہو اور اس کے درجات بلند ہوں وہ تو ہمیشہ انسان کی ریڑھ مارنے کی فکر میں رہتا ہی ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انسان کا نفس جو اس کا ہر وقت کا ساتھی ہے اور جسے موت کے بعد کی تکلیفوں سے دوچار ہونا ہے یا وہاں کی نعمتوں سے سرفراز ہونا ہے وہ بھی آخرت کے کاموں میں سستی برتتا ہے اور موت کے بعد آرام ملنے کے لیے محنت کرنے سے گریز کرتا ہے جبکہ موت کے بعد اعمالِ صالحہ کا ثواب ملنے اور گناہوں پر سزا ہونے کا یقین بھی ہے۔ نفس اور شیطان دونوں انسان کو آخرت میں کام آنے والے اعمال سے روکتے ہیں اور طرح طرح کے حیلے اور بہانے سمجھاتے ہیں جو شخص اپنے ایمان کی مضبوطی سے ان حیلوں اور بہانوں کا دفاع نہیں کرتا اور عقل کو کام میں لاکر ان کو پسِ پشت نہیں ڈالتا وہ اپنی آخرت کے نقصان اور خسران کا سامان کرتا ہے۔

مؤمن بندے کا کام یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبادت کرے، اور عبادات وطاعات میں مشغول ہوتے ہوئے استغفار کرتا رہے کیونکہ استغفار سے عبادات کی کمی اور کوتاہی کی تلافی ہوتی ہے اور گناہ سے دُور بھاگے، اگر کبھی کوئی گناہ ہو جائے فوراً توبہ کرلے، آخرت کی فکر لازم ہے اس سے غافل ہونا وہاں کی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے، گناہوں میں ذرا سا مزا ہے اور آخرت میں اس کی سزا بہت زیادہ ہے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے وہ ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے (ادارہ)

تلخیص : مولانا منور حسین سواتی صاحب خطیب جامع مسجد بالہم لندن انگلینڈ (قسط:۲، آخری)

بسم اللہ کی اہمیت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کشتی پر سوار ہوتے وقت

ابن السنّی نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ڈوبنے سے محفوظ رہے گی جب سوار ہو کر یہ دعا پڑھیں گے۔

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسَاھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ الآیۃ (الاذکار للامام النووی ص: ۱۹۹)

بسم اللہ قربِ خداوندی کا ذریعہ

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ کی نسبت سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ اللہ کا نام اللہ تعالیٰ کے بڑے ناموں میں سے ہے ، اور اس میں اس قدر نزدیکی اور قرب ہے جیسے آنکھ کی سیاہی و سفیدی میں۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۲ ج ۱)

لہٰذا جو شخص ہر کام کے شروع میں کثرت سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا تو اُسے بھی اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔

جنت کی چاروں نہروں سے سیرابی

حدیث شریف میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں آسمانوں کی طرف تشریف

لے گئے تو تمام جنتوں کا معائنہ فرمایا تو جنّت میں چار نہریں دیکھیں (جس کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے) پانی دُودھ، شراب طہور اور شہد کی نہریں۔ پس رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جبرئیل علیہ السّلام سے پوچھا یہ نہریں کہاں سے نکلتی ہیں۔ جبرئیل علیہ السّلام نے فرمایا یہ حوض کوثر کی طرف جاتی ہیں اور کہاں سے نکلی ہیں یہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے تاکہ اللہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو بتلا دے یا دکھلا دے۔ پس نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ سے دُعا فرمائی تو ایک فرشتہ آیا اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سلام کیا اور پھر کہا اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی آنکھیں بند کیجیے پس مَیں نے اپنی آنکھیں بند کیں پھر کہا کھولیے جب مَیں نے آنکھیں کھولیں تو ایک درخت کے پاس تھا اور دیکھا کہ سفید موتیوں کا ایک قبہ اور اس پر سونے کا دروازہ تھا اس پر تالا لگا ہُوا تھا۔ قبہ اتنا بڑا تھا کہ تمام انسان و جنّات اگر اس قبہ پر رکھ دیے جائیں تو ایسا معلوم ہو کہ ایک خوب صُورت پرند ایک پہاڑ پر بیٹھا ہے۔ پھر میں نے دیکھا یہ چاروں نہریں اس قبہ سے نکل رہی ہیں۔ مَیں نے ارادہ کیا کہ وہاں سے واپس لوٹوں تو اس فرشتے نے کہا کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس قبہ میں داخل نہیں ہوں گے مَیں نے کہا مَیں کیسے داخل ہوں اس کے دروازے پر قفل لگا ہُوا ہے میرے پاس اس کی کنجی نہیں ہے تو فرشتہ نے فرمایا کہ اس کی کنجی بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ہے جب مَیں نے اس کے قریب جاکر بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھی تو تالا کھل گیا۔ میں اس قبہ میں داخل ہُوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں نہریں اس قبہ سے اس طرح نکلی ہُوئی ہیں کہ :

بسم کی "میم" سے پانی کی نہر۔
اللہ کی "ھ" سے دُودھ کی نہر۔
الرحمٰن کی "م" سے شراب طہور کی نہر۔
الرحیم کی "میم" سے شہد کی نہر۔

معلوم ہُوا کہ یہ چاروں نہریں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نکلتی ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ کی اُمّت اگر خلوص دل سے بغیر ریاکاری کے میرے اس نام سے مجھے یاد کرے گی تو ضرور ان نہروں سے اُنہیں سیراب کروں گا۔ (رُوح البیان ص: ۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے چند اہم وظائف

مشکل کام کو آسان کرنے کے لیے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشکل کام آسان کرنے کی دُعا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اور فرماتے ہیں کہ بسم اللہ ہر رنج کو دُور کرتی ہے اور دل کو خوش کرتی ہے۔ (فضائل بسم اللہ۔ ص: ۱۲)

اپنے مقصد میں کامیابی کے لیے

جو شخص ۷۸۶ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سات دن تک روزانہ پڑھے گا اور پھر اپنے مقصد کے لیے دُعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا مقصد پُورا فرمائیں گے۔ (قرآنی علاج، ص: ۲۳)

ہر آفت و مصیبت سے حفاظت

جو شخص محرم کی پہلی تاریخ کو ۳۱۱ مرتبہ بسم اللہ لکھ کر اپنے پاس رکھے تو وہ شخص ہر بلا اور مصیبت سے محفوظ رہے گا۔ (قرآنی علاج، ص: ۲۴)

بسم اللہ لکھنے کا فائدہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص ۶۵ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر اپنے پاس رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے عزّت دیں گے اور کوئی آدمی (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) اسے نہیں ستائے گا۔ (تفسیر موضح القرآن ص۲)

جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم چھ سو مرتبہ لکھ کر اپنے پاس رکھے گا تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عزّت ہوگی اور کوئی اس کے ساتھ بُرا برتاؤ نہیں کرے گا۔

ذہن کھلنے (قوّتِ حافظہ) کے لیے

۷۸۶ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم پڑھ کر پانی میں دم کر کے آفتاب غرُوب ہونے کے وقت پلائیں

تو ذہن کھل جائے گا۔

محبّت کے واسطے

۷۸۶ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پانی میں دم کر کے جس شخص کو پلائیں تو اس کے دل میں اُس کی محبّت بڑھ جائے گی۔ (ناجائز کاموں میں استعمال کریں گے تو عذاب کا خطرہ ہے۔)

اولاد کے زندہ رہنے کے لیے

جس عورت کے بچّے زندہ نہ رہتے ہوں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۶۱ ——— مرتبہ لکھ کر تعویذ بنا کر پاس رکھے تو بچّے زندہ رہیں گے۔

کھیتی میں برکت اور حفاظت

۱۰۱ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کاغذ پر لکھ کر کھیت میں دفن کر دیں تو کھیتی تمام آفات سے محفوظ رہے گی اور اس میں برکت بھی ہوگی۔

بسم اللہ کا تعویذ ہر طرح کے بخار نیز تنگدستی، قرض وغیرہ سے پریشان ہونے کی صُورت میں مفید ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم لکھ کر گلے یا دائیں بائیں ہاتھ میں باندھنا یا ٹوپی میں رکھ کر پہننا چاہیے۔

ضروری کاموں کی تکمیل

شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلویؒ نے اپنی تفسیر عزیزی میں اور حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب اعمالِ قرآنی میں لکھا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ جب ایک ہزار بار ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اپنی حاجت کے لیے دُعا کرے۔ پھر ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر اسی طرح دو رکعت پڑھے اور دُعا مانگے غرض اسی طرح بارہ ہزار مرتبہ ختم کرے انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ اللہ ہمیں بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم کی برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(درس قرآن، ص: ۱۵۷، ج: ۱)

سفر تجارت کی کامیابی کے لیے

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم چاہتے ہو کہ جب سفر میں جاؤ تو وہاں تم اپنے سب رفقاء سے زیادہ خوشحال و بامراد ہو یعنی سفر باظفر ہو اور تمہارا سامان زیادہ ہو جائے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بے شک میں ایسا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کی آخری پانچ سورتیں: سورۂ کافرون سورۂ نصر، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق و سورۂ ناس پڑھا کرو اور ہر سورۃ بسم اللہ سے شروع کرو اور بسم اللہ ہی پر ختم کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے میرا یہ حال تھا کہ سفر اپنے دوسرے ساتھیوں کے بالمقابل قلیل الزاد خستہ حال ہوتا تھا۔ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم پر عمل کیا میں سب سے بہتر حال میں رہنے لگا۔ (تفسیر مظہری بحوالہ ابویعلی)

چھ مرتبہ بسم اللہ۔ پانچ سورتیں پڑھ کر گھر سے نکلا کرے۔ (معارف القرآن صفحہ ۲۳۸ ج ۸)

سوزاک کے علاج کے لیے

جو شخص سوزاک کے مرض میں مبتلا ہو وہ نماز کے بعد سات مرتبہ یہ دُعا پڑھا کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

ازالۂ ہذیان کے لیے

بعد نماز فجر مریض کے سر پر داہنا ہاتھ پھیرتے ہوئے سات بار یہ دُعا پڑھی جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

چوری و شیطانی اثرات سے حفاظت

سونے سے قبل اکیس مرتبہ بسم اللہ پڑھے تو چوری اور شیطانی اثرات سے اور اچانک موت سے محفوظ رہے گا انشاء اللہ۔

ظالم پر غلبہ

کسی کے سامنے بسم اللہ پچاس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ظالم کو مغلوب کر کے اس کو غالب کریں گے۔

ظالم حکام کے لیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کسی کاغذ پر پانچ سو مرتبہ لکھے اور اس پر ڈیڑھ سو مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر اس تعویذ کو اپنے پاس رکھے تو حکام مہربان ہو جائیں گے اور ظالم کے شر سے محفوظ رہے گا۔

دردِ سر کے لیے

اکیس مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم لکھ کر درد والے کے گلے میں یا سر میں باندھے تو درد سر جاتا ہے۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم سے متعلّق چند عجیب حکایات

بشر حافیؒ کا واقعہ

بشر حافیؒ کو ایک مرتبہ بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم لکھا ہوا ایک کاغذ زمین پر گرا ہوا ملا انھوں نے اسے بڑی عزّت اور اَدب سے اُٹھالیا اس وقت ان کے پاس صرف دو درہم تھے اور کچھ نہ تھا اُنھوں نے ان دونوں درہموں کا عطر خریدا اور اس کاغذ پر پورا عطر مل کر اسے خوشبو دار بنا دیا اور حفاظت سے رکھ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بشر حافی تُو نے جس طرح میرے نام کی عزّت کی ہے مَیں اسی طرح دنیا اور آخرت میں تیرے نام کو روشن کروں گا۔

ابو مسلم خولانی کا واقعہ

ابو مسلم خولانیؒ کو ان کی ایک باندی دُشمنی میں کھانے میں زہر ملا کر دیتی اور ابو مسلم اسے کھاتے مگر ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ کافی وقت اسی طرح گزر گیا پھر اس باندی نے خود ہی ایک مرتبہ ابو مسلمؒ سے

کہا کہ مَیں آپ کو کافی دنوں سے کھانے میں زہر ملا کر کھلاتی تھی کیا بات ہے کہ آپ پر اس کا اثر نہ ہُوا، ابو مسلم نے پُوچھا کہ آخر تو زہر ملا کر کھانا کیوں کھلاتی تھی ؟ اس نے کہا کہ آپ بڈھے ہو گئے ہو مَیں چاہتی ہوں کہ آپ سے جلدی الگ ہو جاؤں۔ ابو مُسلم نے فرمایا کہ زہر کا اثر اس لیے نہیں ہوتا تھا کہ مَیں جب بھی کوئی کھانا کھاتا یا پانی پیتا ہوں تو بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں اور پھر اس باندی کو آزاد کر دیا تاکہ جہاں چاہے نکاح کر لے۔ (قلیوبی ص : ۵۳)

ایک قاضی کی مغفرت کا واقعہ

ایک قاضی کا انتقال ہو گیا۔ اس کی بیوی حاملہ تھی اسے لڑکا پیدا ہُوا جب بچّہ ہوشیار ہُوا تو اس کی ماں اسے مدرسہ میں پڑھنے کے لیے لے گئی اُستاذ نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم پڑھائی۔ بچّہ کے بسم اللہ پڑھتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے باپ سے عذاب اُٹھا لیا اور فرمایا کہ اے جبرئیل ! ہماری رحمت کے لائق نہیں کہ اس کا بچّہ ہمیں بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم کہہ کر یاد کرے اور ہم اس کے باپ کو عذاب میں رکھیں۔

سچ ہے کہ بسم اللہ میں بہت ہی برکت ہے۔ (حکایات قلیوبی، ص : ۳۸)

ایک یہودی کی لڑکی کا عجیب واقعہ

لمعات صوفیہ میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کسی جگہ وعظ کہہ رہے تھے اس میں انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم کی فضیلت بھی بیان کی۔ اس وعظ کو ایک یہودی لڑکی سُن رہی تھی اس پر اس بیان کا ایسا اثر ہوکہ وہ دل و جان سے مُسلمان ہو گئی اور ہر کام بسم اللہ پڑھ کر کرتی تھی۔ لڑکی کے باپ کو جب اس کی خبر ہُوئی تو اس پر بہت سخت ناراض ہُوا اور اسے دھمکی دی تاکہ اسلام سے پھر جائے وہ لڑکی اپنے اسلام پر جمی رہی۔ لڑکی کا باپ بادشاہ کا وزیر تھا اسے خیال ہُوا کہ اگر لڑکی کے مُسلمان ہونے کی خبر لوگوں کو ہُوئی تو بڑی شرمندگی ہو گی اس لیے باپ نے طے کر لیا کہ لڑکی کو سخت بدنام کر کے کسی بہانہ سے اسے ہلاک کر دے گا۔ باپ نے اپنی بیٹی کو مہر لگانے کی شاہی انگوٹھی دے کر کہا کہ اسے حفاظت سے رکھنا لڑکی نے اپنی عادت کے مطابق بسم اللہ پڑھ کر انگوٹھی لی اور اپنی جیب میں رکھ

لی رات کو جب لڑکی سوگئی تو اس کے باپ نے جیب میں سے وہ انگوٹھی نکال لی اور غُصّہ میں آکر اسے ندی میں پھینک آیا تاکہ صبح جب اس سے انگوٹھی مانگے اور وہ نہ دے سکے تو اسے موت کی سزا دی جاسکے۔

اللہ کی شان صبح کو ایک مچھیرا (مچھلیوں کا شکار کرکے بیچنے والا) ایک مچھلی لے کر وزیر کے پاس حاضر ہوا اور اسے کہا کہ آپ کے واسطے یہ مچھلی ہدیہ میں لایا ہوں۔ وزیر خوش ہوکر مچھلی گھر لایا اور لڑکی سے کہا کہ مچھلی کو جلد ہی پکاکر تیّار کرلیا لڑکی نے مچھلی لی اور بسم اللہ پڑھ کر اسے کاٹنے اور صاف کرنے بیٹھی جیسے ہی مچھی کو کاٹا اسکے پیٹ میں سے وہ انگوٹھی نکل آئی لڑکی انگوٹھی دیکھ کر حیران و پریشان ہوئی اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو انگوٹھی غائب تھی۔ وہ حیران سوچنے لگی کہ یہ انگوٹھی میری جیب میں سے نکل کر مچھلی کے پیٹ میں کیسے آگئی پھر فورًا ہی بسم اللہ پڑھ کر انگوٹھی جیب میں رکھ لی اور مچھلی کے پکانے میں مشغول ہوگئی اور جلد ہی تیّار کرکے اسے باپ کے سامنے رکھا۔

کھانے سے فارغ ہوکر باپ نے انگوٹھی مانگی تو بیٹی نے بسم اللہ پڑھ کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ انگوٹھی نکال کر پیش کردی باپ اس انگوٹھی کو دیکھ کر حیران ہوگیا کہ اسے تو میں ندی میں پھینک آیا تھا۔ اس کے ہاتھ کہاں سے آگئی۔ بیٹی سے پُوچھا کہ یہ تیرے پاس کہاں سے آئی بیٹی نے پُورا واقعہ بیان کر دیا

لڑکی نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بسم اللہ کی برکت سے عزّت دی تم نے ندی میں پھینک دی مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ وہ انگوٹھی مچھلی نے نگل لی اور پھر وہی مچھلی شکار ہوکر تمہارے پاس ہدیہ میں آئی اور تم نے اسے پکانے کے لیے میرے حوالہ کیا اور بالآخر میرے ہاتھ میں وہ انگوٹھی واپس آگئی۔ باپ یہ سارا قصہ سُن کر فورًا ہی مُسلمان ہوگیا۔

رُوم کے بادشاہ کا قصّہ

روم کے بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ میرے سر میں ہمیشہ درد رہتا ہے اچھا نہیں ہوتا۔ کوئی دوا بھیجیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے ایک ٹوپی بھیجی کہ اسے پہن لیں ، چنانچہ بادشاہ جب وہ ٹوپی پہنتا سر کا درد اچھا ہوجاتا اور جب نکالتا تو پھر درد شروع ہوجاتا اسے اس

پر بہت تعجب ہُوا جب ٹوپی میں غور سے دیکھا تو اس میں بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم لکھا ہُوا تھا۔

(تفسیر موضح القرآن، ص: ۲)

حضرت خالدؓ کا واقعہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کافروں کے ایک قافلہ کا گھیراؤ کیا قافلہ والوں نے کہا کہ تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے تو ہمیں کوئی ایسی نشانی بتائیں کہ ہم مُسلمان ہوجائیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تو تم زہر لے آؤ۔ وہ لوگ ایک پیالہ میں زہر لائے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھ کر اسے پی گئے اور کوئی اثر نہ ہُوا تو قافلہ والے مُسلمان ہوگئے اور کہا کہ اسلام واقعی سچّا مذہب ہے۔

فقیہ محمد زمانیؒ کا واقعہ

فقیہ محمد زمانیؒ کو بُخار ہُوا اُن کے اُستاد فقیہ ولی محمد بن سعید عیادت کو آئے اور ایک تعویذ بُخار کا دے کر چلے گئے اور اسے فرما گئے اس کو دیکھنا مت غرض اس کو باندھا اسی وقت بخار جاتا رہا اُنھوں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں بسم اللہ لکھی تھی ان کے عقتاد میں سستی پیدا ہُوئی فوراً بخار لوٹ آیا اُنھوں نے جاکر اُستاد سے عرض کیا اور اپنے فعل سے توبہ کی اُنھوں نے دوسرا تعویذ دے دیا اسے باندھا پھر بخار فوراً جاتا رہا اُنھوں نے ایک سال کے بعد اسے کھول کر دیکھا تو بسم اللہ ہی لکھی ہوئی تھی جس پر انہیں بسم اللہ کے باب میں انتہائی عقیدت اور عظمت پیدا ہوگئی۔

کیا ۷۸۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا بدل ہوسکتا ہے؟

سوال! آج کل خطوط لکھتے ہُوئے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کے بدلہ میں ۷۸۶ لکھا جاتا ہے تو کیا یہ عدد بسم اللہ کا بدل ہوسکتا ہے اور کیا بسم اللہ کی طرح اس کا ادب بھی ضروری ہے؟

الجواب! ہر چھوٹے بڑے کام کو بسم اللہ سے شروع کرنے کی تاکید اور فضیلت بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ سے کام شروع کرنا انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی سُنّت ہے حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ملکۂ سبا کے نام جو خط لکھا تھا اس کی ابتداء بسم اللہ سے کی تھی قرآن کریم

میں ہے۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بادشاہوں کے نام جو خطوط تحریر فرمائے تھے ان کے شروع میں بھی بسم اللہ لکھی ہوئی تھی۔

ایک مشہور حدیث میں ہے جو کوئی اہم کام بسم سے شروع نہ کیا جائے وہ کام ادھورا یعنی بغیر برکت کا ہوگا۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر خط کے شروع میں بسم اللہ لکھا کرو۔ (غنیۃ الطالبین)

اس لیے خطوط کے شروع میں بسم اللہ لکھنا سُنّت ہے۔ ۸۶ ۷ لکھنے سے بسم اللہ لکھنے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ لہٰذا اصل سُنّت تو یہی ہے کہ بسم اللہ لکھی جائے۔ باقی خطوط کو اِدھر اُدھر جہاں چاہے پھینکنے سے بسم اللہ کی بے ادبی ہوگی اور لکھنے والا بھی اس بے ادبی کے گناہ میں شامل ہوگا اس لیے مناسب یہ ہے کہ سُنّت ادا کرنے کے لیے زبان سے پڑھ لیا جائے لکھا نہ جائے۔ (معارف القرآن)

۸۶ ۷ لکھنے سے سُنّت ادا نہیں ہوگی، البتّہ اگر لکھ لیا جائے تو بعض حضرات اسے بسم اللہ کا عدد بتاتے ہیں اس لیے اس کی بھی بے حرمتی نہ ہو اس کا خیال رکھا جاتے۔

والسّلام

(مفتی) اسماعیل واڑی والا (صاحب) دارالافتاء جامعہ حسینیہ راندیر

چند اور مسائل

مسئلہ: امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک نماز میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ آہستہ پڑھنا بہتر ہے۔ (فتاوی رحیمیہ، ص: ۱۷۶ و ۱۸۹، جلد: ۱)

مسئلہ: بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علماء کرام کے نزدیک بسم اللہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے۔ کوئی سورت کا جُز نہیں مگر سورۂ نمل میں جو بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ہے وہ اسی سورت کا جزو ہے۔

اس لیے علماء کرام نے لکھا ہے کہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کا احترام بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا قرآن کریم کا۔ اور جس طرح قرآن کریم کا بغیر وضوء کے لکھنا اور پکڑنا جائز نہیں اسی طرح بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم کا لکھنا اور جس کاغذ پر بسم اللہ لکھی ہو اس کا پکڑنا بغیر وضو کے جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: تراویح میں پورا قرآن کریم ختم کرنا سُنّت ہے اور چونکہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم قرآن کریم کی

ایک آیت ہے اس لیے ایک مرتبہ اسے بھی زور سے پڑھنا چاہیے تاکہ قرآن کریم پڑھنے اور سننے والوں سب کا مکمل ہوجائے۔

مسئلہ: جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر جان بوجھ کر بسم اللہ چھوڑ دی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا گوشت حرام ہوگا۔ (معارف القرآن، ص: ۴۳۴، ج: ۳)

مسئلہ: جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ: بسم اللہ پڑھنا وضو سے پہلے سنّت ہے۔ (ہدایہ، ص: ۵، جلد: ۱، شرح نقایہ ص۵ ج:۱)

اس کے کئی الفاظ احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ بسم اللہ والحمد للہ (مجمع الزوائد ص: ۲۲۰، ج: ۱، بحوالہ طبرانی فی الصغیر اسنادہ حسن)

۲۔ بسم اللہ (کنز العمال، ص: ۱۱۸، ج: ۹)

۳۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (دار قطنی ص: ۷۱، ج: ۱۔ نسائی ص: ۲۵، ج: ۱۔ سنن بیہقی ص: ۴۳ ج: ۱۔ کبیری، ص: ۲۱۔ شرح نقایہ، ص: ۵، ج: ۱)

۴۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ

یہ الفاظ صحیح مرفوع روایت سے ثابت نہیں البتہ بقول ابن ہمام فقہاء کرام سے منقول ہیں (فتح القدیر، ص: ۱۴، ج: ۱)

مسئلہ: اگر وضو کے ابتداء میں بسم اللہ کہنا بھول گیا تو درمیان میں کہنے سے سنّت ادا نہ ہوگی۔ کیونکہ وضو عمل واحد ہے برخلاف کھانے کے کہ اس کا ہر لقمہ اور ہر ہر گھونٹ الگ الگ عمل ہے وہاں سنّت ادا ہوجائے گی۔ (کبیری، ص۲۲۔ وکذا حقق ابن الہمام فی فتح القدیر ص۱۵ ج: ۱)

مسئلہ: بعض لوگ وضو سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے ہیں اس کا حکم نہیں ہے خلاف سنّت ہے۔

مسئلہ: میّت کو قبر میں اتارتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھنا چاہیے۔ (ترمذی وابوداؤد وغیرہ) عین الہدایہ ۲۷، ج: ۱)

امام المحققین سعد الملۃ والدین مسعود بن عمر بن عبداللہ التفتازانی الخراسانی ۷۲۲ھ تا ۷۹۲ھ

حیات اور کارنامے

جناب عبدالجبار قاسمی شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔

نام مبارک مسعود ہے، سعد الملۃ والدین لقب اور تفتازانی نسبت ہے، آپ آٹھویں صدی ہجری کے جیّد علماء و فضلاء میں شمار ہوتے ہیں بہت سے علوم منقولہ و معقولہ میں دسترس حاصل تھی، مثلاً علم نحو، صرف، منطق، فقہ، تفسیر عقائد، معانی و عروض وغیرہ

بہت سے علوم کے اندر گرانمایہ تصنیف فرمائی اور اکثر تصانیف مقبولیت کے اعلیٰ درجہ کو پہنچی جو مصنف کے خلوص کی دلیل ہے، اور بہت سی کتابیں ہند و پاک کے دینی مدارس میں داخل درس ہیں، مثلاً شرح العقائد النسفی مختصر المعانی، مطول وغیرہ۔

علّامہ کی جتنی بھی تصانیف ہیں وہ تمام کی تمام ان کے موقف کی عظمت، جودۂ فہم، وفور علم، متانت رائے اور مکمّل فضل و کمال کی ترجمان ہیں۔ بہت سے علوم کے اندر علّامہ کو تحقیق کے درجہ تک درک حاصل تھا اور اگرچہ علّامہ ایک جامع شخصیّت کے مالک تھے جب کہ جامعیت اور تحقیق یہ دونوں چیزیں ایک شخصیّت کے اندر بہت کم جمع ہوتی ہیں مگر خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ اتنے بڑے عالم لیکن زبان کے اندر نقص تھا۔[1]

تاریخ پیدائش

علّامہ ابن الخطیب نے روض الاخیار میں تاریخ پیدائش کے متعلق ذکر کیا ہے کہ آپ صفر ۷۲۲ھ میں شہر تفتازان میں پیدا ہوئے، اپنے زمانے کے

---

[1] دائرۃ المعارف الاسلامیہ۔ پاکستان

مشہور صاحب فضل وکمال اساتذہ سے شرف تلمّذ حاصل کیا مثلاً عضد الدّین الدیجی اور قطب الدّین رازی وغیرہ سے علوم و فنون کا استفادہ کیا اور جلد ہی آپ کا شمار علماء کبار میں ہونے لگا۔

تصنیف وتالیف کا ذوق وشوق ابتدا ہی سے ہو چکا تھا چنانچہ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ علم صرف، نحو، منطق، تفسیر، عقائد وغیرہ موضوعات پر آپ نے کتابیں لکھنا شروع کر دیں چنانچہ ابھی عمر کے سولھویں سال ہی میں تھے کہ ماہ شعبان ۷۳۸ھ میں شرح تصریف زنجانی تصنیف کی جو کہ الشرح التصریف کے نام سے مشہور ہے اس کے بعد ماہ صفر ۷۴۸ھ میں مطول شہر ہرات میں اور ۷۵۶ھ میں مختصر المعانی مقام غجدوان میں اور جمادی الاخریٰ ۷۵۲ھ میں سعدیہ شرح رسالۃ الشمسیہ مزارجام اور ذی قعدہ ۷۵۸ھ میں تلویح بلاد ترکستان میں اور شعبان ۷۶۸ھ میں شرح العقائد اور ۷۷۰ھ میں حاشیہ شرح مختصر الاصول اور ۷۷۴ھ میں رسالۃ الارشاد خوارزم میں اور ۷۸۴ھ میں مقاصد۔ شرح المقاصد سمرقند میں اور رجب ۷۸۹ھ میں تہذیب المنطق والکلام اور شوال ۷۸۹ھ میں شرح مفتاح سمرقند میں تصنیف فرمائی ان کے علاوہ ۷۶۹ھ میں فتاویٰ حنفیہ مقام ہرات میں اور ۷۷۲ھ میں مفتاح الفقیہ اور ربیع الآخر ۷۸۹ھ میں شرح کشاف شروع کی مگر اس کی تکمیل نہ ہو سکی، اسی طریقہ پر علّامہ نے ہدایہ کی شرح کا بھی ارادہ کیا تھا اور خطبہ کی شرح بھی کر چکے تھے مگر موت نے اس کی تکمیل کی بھی مہلت نہ دی، نیز شیخ ابوعصمہ رحؒ نے تلخیص الجامع الکبیر کی ایک شرح لکھی تھی۔ علّامہ نے برائے اختصار شرح مذکور کی ایک مختصر تالیف شروع کی تو لوگوں نے شیخ ابوعصمہ سے کہا کہ علّامہ کی اس مختصر کے بعد آپ کی شرح کی کوئی اہمیّت نہیں رہے گی۔ شیخ ابوعصمہ نے کہا مگر ان کی یہ مختصر پوری ہی نہ ہو سکے گی اور ایسا ہی ہوا کہ اس کی تکمیل سے قبل ہی علّامہ کا انتقال ہو گیا۔

دربارِ تیموری میں داخلہ

۷۸۱ھ میں جب شاہ تیمور لنگ نے خوارزم پر حملہ کیا تو فتح کے بعد علّامہ تفتازانی کو بھی اپنے ساتھ سمرقند لے گیا۔ چونکہ علّامہ کے علم وفضل کا شہرہ عام تھا جس کا علم بادشاہ کو بھی ہو چکا تھا۔ جلد ہی شاہ تیمور نے علّامہ کے علم وفضل متأثر ہو کر مقربین خاص میں داخل کر لیا، بادشاہ خود علّامہ کی بڑی عزّت کرتا تھا، جب علّامہ نے شرح تلخیص، مطول کی تصنیف فرمائی اور بادشاہ کی خدمت میں اس کو پیش کیا تو بادشاہ اُن سے بہت خوش ہوا اور کتاب کو اتنا پسند کیا کہ ایک عرصہ تک قلعۂ ہرات کے دروازہ کو اس کتاب سے زینت بخشی اور علّامہ کی قدر و

منزلت اور زیادہ بڑھ گئی۔

جب بادشاہ تیمور لنگ نے شیراز کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا تو اُس کے بعد علّامہ تفتازانی کے پرانے دوست اور ساتھی میر سیّد جرجانی کا بھی دربار شاہی سے تعلّق قائم ہوگیا، کچھ دنوں کے بعد دونوں کے اندر مناظرہ کی شکل پیدا ہوگئی۔

ایک مرتبہ سیّد شریف جرجانی نے شاہی مجلس میں علّامہ کی کسی عبارت پر اعتراض کردیا بعض کا قول ہے کہ شرح کشاف میں استعارہ تبعیہ اور تمثیلیہ کے جوازِ اجتماع کے متعلّق وہ بحث تھی اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ "کون ارادۃ الانتقام سببًا للغضب اوالغضب سببًا لارادۃ الانتقام" یعنی انتقام کا ارادہ یہ غُصّہ کا سبب ہے یا غُصّہ انتقام کے ارادہ کا سبب ہے[1] الغرض دونوں میں مناظرہ کی شکل پیدا ہوگئی۔ دونوں نے فیصلہ کے لیے نعمان معتزلی کو حکم تسلیم کرلیا، دونوں نے اپنے اپنے مدعا پر دلیلیں پیش کیں نتیجہ یہ ہُوا کہ حکم نے سیّد شریف کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس کے بارے میں بھی مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں، بعض کا خیال ہے کہ چونکہ نعمان معتزلی علّامہ سے پُرانی دُشمنی رکھتا تھا اس لیے اس کا یہ فیصلہ مخالفت پر مبنی تھا۔

اور بعض کا قول ہے کہ چونکہ سیّد شریف علّامہ کی بہ نسبت فصیح اللّسان تھے اور علّامہ کی زبان کے اندر لکنت تھی جس کی وجہ سے اپنے مدعا پر دلیل اچھی طرح نہیں دے سکے اور ساتھ ہی حکم بھی کچھ نالاں تھا اس لیے فیصلہ سیّد شریف کے حق میں کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ علّامہ کو اس کا بہت رنج ہُوا ایک تو اس وجہ سے کہ عوام کے اندر آپ بہت زیادہ شہرت رکھتے تھے اور عام طور پر علّامہ کے متعلّق لوگوں کی یہی رائے تھی کہ علمی مذاق میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں اور چونکہ علّامہ کو ایک اُستاد کی بھی حیثیت حاصل تھی اور ساتھ ہی یہ بھی ہُوا کہ بادشاہ کی نظر میں جو عزّت و منزلت آپ کو حاصل تھی وہ بھی کم ہو گئی جس کے نتیجے میں آپ بسترِ علالت پر پڑ گئے یہاں تک کہ ۲۲ محرم الحرام ۷۹۲ھ میں پیر کے روز یہ چمکتا ہُوا علم وفن کا روشن ستارہ ہمیشہ کے لیے غائب ہوگیا۔ سمرقند میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں پر مدفون بھی ہُوئے۔ بعد میں ۹ جمادی الاولیٰ ۷۹۲ھ کو بدھ کے دن اُن کی نعش مُبارک کو مقام سرخس میں

---

[1] البدر الطالع ج:۳، ص:۳۰۵

منتقل کر دیا گیا۔

علّامہ تفتازانی کا مسلک

مسلکاً آپ حنفی تھے یا شافعی، اس کے اندر کافی اختلاف ہے اس اختلاف کی وجہ دراصل یہ ہے کہ آپ نے فقہ حنفی اور شافعی دونوں پر کتابیں لکھی ہیں، اس کے پیشِ نظر بعض نے آپ کو حنفی مکتبِ فکر سے اور بعض نے شافعی مکتبِ فکر سے منسلک کر دیا۔

صاحب بحر الرائق اور سید احمد الطحاوی نے آپ کو حنفی کہا ہے اور مُلّا علی قاری نے بھی آپ کو طبقاتِ حنفیہ میں شمار کیا ہے۔ اس کے علاوہ صاحب کشف الظنون نے "کشف الظنون" میں اور مُلّا حسن چلپی نے مطول کے حاشیہ میں اور علّامہ کفوی نے ترجمۂ "السید السند الشریف" میں اور جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ" میں شافعی لکھا ہے۔

صاحبِ "فوائد البہیہ" نے لکھا ہے کہ علّامہ کے زمانہ میں جب حنفی عہدۂ قضاء پر کوئی نہ رہا تو آخر میں یہ عہدۂ قضا بھی اُنھیں کے سپرد کر دیا گیا اور عہدۂ قضا کے والی مقرر کر دیئے گئے۔[1] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حنفی تھے، بہرحال علّامہ اس درجہ کے عالم و فاضل تھے کہ طویل زمانہ گزر جانے کے بعد بھی اُن کی شخصیت مسلّم ہے وہ بالاتّفاق استاذ زمانہ اور مرجع خلائق تھے اور ساتھ ہی عالمی شہرت کے مالک تھے جس کا زندہ ثبوت ان کی گرانقدر تصانیف ہیں جو کہ دُنیا کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہیں اور تشنگانِ علوم و فنون اپنی تشنگی کو بُجھا رہے ہیں، اس سے بڑھ کر اور مقبولیت کیا ہو سکتی ہے کہ سید شریف جو کہ مخاصم اور معاصر دونوں تھے۔ علّامہ کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے، ایک مخاصم اور معاصر کا تعریف کرنا اور علمی وقار تسلیم کرنا یہ اُن کی مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل ہے، سید شریف ان کی تعریف کے اندر یُوں گویا ہیں کہ کان یغوص فی بحر تحقیقہ وتحریرہ ویلتقط الدرر من ترقیقہ وتسطیرہ ویعترف برفعۃ شانہ وجلالتہ وقدر منزلتہ وفضلہ وعلو مقامہ

صاحب فوائد البہیہ کا قول ہے کہ مَیں نے ان کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا مثلاً شرح الزنجانی جو سعدیہ کے نام سے مشہور ہے اور شرح العقائد النسفی، مختصر المعانی، تہذیب المنطق وغیرہ، ان کی کتابوں کے مطالعہ

---

[1] الفوائد البہیہ ص: ۱۳۶

سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف واقعی علم کے ایسے سمندر تھے جس کا کنارہ ہی نہیں ملتا، گویا وہ علم کے بحرِ ذخار تھے اور سید شریف نے اگرچہ ان کو شکست دے دی پھر بھی وہ وسعت نظر وفکر میں علّامہ کی گردِ پا کو بھی نہیں پہنچ سکے۔[1]

مؤرخ عرب قاضی عبدالرحمٰن جو کہ ابن خلدون کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علومِ عقلیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے یُوں تحریر کرتے ہیں کہ مَیں نے مصر کے اندر عُلماء ہرات وخراسان کی بہت سی تصانیف دیکھیں اور پڑھیں لیکن علّامہ تفتازانی کی کتابیں جو مَیں نے دیکھیں اور مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی ان کو علم کلام، اُصول فقہ اور بیان وغیرہ میں ملکۂ راسخہ حاصل تھا۔ مزید فرمایا کہ علوم حکمیہ ونقلیہ میں بھی یدطولیٰ حاصل تھا۔[2]

تصانیف کی خصوصیات

علّامہ کی تصانیف کی سب سے بڑی خصوصیت تو یہی ہے کہ بیشتر تصانیف داخل درس ہیں اور دُنیا کے بہت سے علاقوں میں خاص طور پر ہند وپاک میں درسِ نظامی میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور ایک طویل زمانہ سے آپ کے علوم کا فیضان جاری وساری ہے جس سے طالبانِ علوم وفنون سیراب ہورہے ہیں جو کہ مصنّف کی مقبولیت اور اخلاص کی دلیل ہے زبان بہت سادہ اور سہل استعمال کرتے ہیں پڑھنے اور مسائل کو سمجھنے میں زیادہ غور وخوض کی ضرورت نہیں پڑتی۔

تصانیف

علّامہ کی تصانیف کو چند علوم پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) علم صرف ونحو: صرف ونحو کے اندر علّامہ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے مشہور یہ ہیں۔

شرح التصریف العزّی: اس کتاب کو ہند وپاک میں سعدیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔[3]

شیخ عزالدین ابوالفضائل ابراہیم بن عبدالوہاب بن عمادالدین بن ابراہیم الزنجانی متوفی ۶۵۵ھ کا فن صرف کے اندر ایک بہت ہی نافع اور متداول رسالہ ہے مگر چونکہ اس کے اندر بہت زیادہ اختصار تھا مسائل کو آسانی سے نہیں سمجھا جاسکتا تھا اس لیے علّامہ تفتازانی نے اس کی شرح لکھی، جسے "الشرح التصریف"

---

[1] الفوائد البھیہ [2] مقدمہ ابن خلدون [3] کشف الظنون، ص: ۱۱۳۹

کے نام سے موسوم کیا، بعد میں یہ "سعدیہ" کے نام سے مشہور ہوگئی۔ اس کے اندر علاّمہ نے کچھ اضافے بھی کیے بہت سی مفید اور لطیف بحثیں اس کے اندر بڑھائیں جن سے مسائل کو سمجھنا آسان ہوگیا۔

یہ تصنیف علاّمہ تفتازانی کی زندگی کا سب سے پہلا شاہکار ہے جو کہ صرف ۱۶ سال کی عمر میں تصنیف فرمائی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ علاّمہ کو بہت ہی کم عمری کے اندر اپنی ذکاوت و ذہانت اور خداداد صلاحیتوں سے وہ مقام حاصل ہوگیا تھا جو بڑے بڑے عُلماء فن کو بھی اس وقت حاصل نہ تھا، اس شرح کی ابتدائی عبارت یہ ہے ان اروی زھرؒ یخرج فی ریاض الکلام پھر علاّمہ سیوطیؒ نے اس کتاب پر حاشیہ لکھا جس کا نام اُنھوں نے "حاشیہ شرح التصریف" رکھا، اس کے بعد ابن ہلال نحوی نے بھی اس کتاب پر حاشیہ لکھا جس کا نام "التطریف علی شرح التصریف" ہے، اس کے علاوہ شیخ ناصرالدّین ابراہیم اللسقانی المتوفی ۱۰۴۱ھ نے بھی ایک حاشیہ تحریر فرمایا جس کو خلاصۃ التصریف برقائق شرح التصریف" کے نام سے موسوم کیا۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے عُلماء فن نے علاّمہ کی شرح پر قلم اُٹھایا، اس سے علاّمہ تفتازانی کی علمی قابلیّت کا اندازہ ہوتا ہے کہ علاّمہ کی شرح کے بعد لوگ اصل کتاب کو بھول گئے اور علاّمہ کی شرح کو ہاتھوں ہاتھ لیا، حقیقت یہ ہے کہ جس فن پر بھی علاّمہ نے قلم اُٹھایا اس کو تشنہ نہیں چھوڑا۔

(۲) ارشاد الہادی: جس کو علاّمہ نے ۷۷۸ھ میں خوارزم کے اندر اپنے بیٹے کے لیے تحریر فرمایا، یہ علم نحو پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں ایک مقدمہ اور تین اقسام ہیں۔ مقدمہ میں علم نحو اور کلمہ کی تعریف ہے۔ قسم اوّل میں اسم کا، قسم ثانی میں فعل کا، اور قسم ثالث میں حرف کا بیان ہے۔

یہ ایک بہت ہی مفید اور جامع متن ہے جس کا ایک قلمی نسخہ "ویناً" کے اندر موجود ہے، بہت سے لوگوں نے اس رسالہ کی شرحیں لکھیں مثلاً شیخ علاء الدّین البخاری، علاء الدین علی بن محمد البسطانی شرف الدّین علی الشیرازی، ان کے علاوہ سید شریف جرجانی نے بھی ایک شرح لکھی[1]

البلاغۃ:- اس فن پر علاّمہ تفتازانی کی تینوں کتابیں بلاواسطہ یا بالواسطہ سکاکی کی کتاب مفتاح العلوم سے تعلّق رکھتی ہیں جس کے اندر اس فن کا مستند بیان ہے۔

---

[1] کشف الظنون ص: ۶۸

المطول: یہ بالواسطہ سکاکی کی کتاب "مفتاح العلوم" کی شرح ہے اور اصلاً یہ "تلخیص المفتاح فی المعانی والبیان" کی شرح ہے جو کہ شیخ جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن القزوینی جو کہ خطیب دمشقی کے نام سے مشہور ہیں، ان کا متن ہے۔

خطیب دمشقی نے لکھا ہے کہ چونکہ "سکاکی" کی "مفتاح العلوم" کی قسم ثالث جو کہ فن بلاغت پر مشتمل ہے اگرچہ اس کا شمار اکمل ترین متون میں ہوتا ہے، اس کے باوجود وہ حشو و تطویل سے محفوظ نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ "تلخیص المفتاح" کے اندر انہیں قواعد کی جو سکاکی کی کتاب کے اندر تھے ایک ایسی ترتیب سے مرتب کیا ہے جو کہ سکاکی کی کتاب کے موافق ہیں اور اس پر کچھ قواعد کا اضافہ کیا تاکہ سکاکی کی کتاب کے اندر جو حشو و تطویل ہے وہ ختم ہو جائے، تلخیص المفتاح کے اندر ایک مقدمہ اور تین فنون ہیں فن اوّل معانی پر مشتمل ہے فن ثانی علم بیان پر مشتمل ہے اور فن ثالث کے اندر علم بدیع کا تذکرہ ہے۔

اب چونکہ خطیب دمشقی والا جو متن تھا وہ تمام خرابیوں سے پاک تھا اس لیے لوگوں نے اس کو بہت پسند کیا اور اہلِ علم و فن اس کی طرف متوجہ ہوئے، گویا اب اسی کو اصل متن کی حیثیت حاصل ہو گئی خطیب دمشقی والے متن کی علامہ تفتازانی نے ایک عظیم اور نادر شرح تحریر فرمائی جو کہ المطول کے نام سے موسوم ہے، اس کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ لوگوں نے اصل کتاب کو ہی بھلا دیا۔

۷۴۸ھ میں علامہ تفتازانی اس کتاب کو لکھ کر فارغ ہو گئے تو اس کو بادشاہ وقت تیمور لنگ کی خدمت میں پیش کیا تو بادشاہ نے اس کو اتنا پسند کیا کہ اس کتاب کو قلعہ کے دروازہ پر لٹکا دیا اور علامہ کا بے حد اعزاز و اکرام کیا۔ بعض لوگوں نے مطول کی عبارتوں پر اعتراض بھی کیے ہیں۔ علامہ نے پھر اس کتاب کی تلخیص کی جو کہ "مختصر المعانی" کے نام سے مشہور ہے۔

اس کے اندر بعض جگہوں پر اضافے بھی کیے اور بعض جگہوں پر کمی کی اور ساتھ ہی ان لوگوں کے اعتراضات کے جوابات بھی دیے جو مطول کی عبارتوں پر کیے تھے۔

الغرض اوّل شرح مطوّل کے نام سے اور دوسری مختصر کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ یہ دونوں شرحیں سکاکی کی کتاب کی بالواسطہ اور خطیب دمشقی کی کتاب کی بلا واسطہ شرحیں ہیں ان سے زیادہ مقبولیت اور شہرت کسی اور شرح کو نہیں ملی، مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ عرصہ دراز

سے برِ صغیر کے اکثر مدارس میں یہ شروح موضوع بحث بنی ہوئی ہیں جن سے مصنّف کی صلاحیت و قابلیّت اور خلوص کا بھی پتہ چلتا ہے۔

بہت سے عُلماء و فضلاء نے مطول کی شروح و حواشی لکھے جن میں چند مشہور کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) سیّد شریف جرجانی نے مطول کا ایک مکمّل حاشیہ تحریر فرمایا، صاحب کشف الظنون نے اس کی وجہ یہ تحریر کی ہے کہ جس وقت سیّد شریف جرجانی طلبہ کو یہ کتاب پڑھا رہے تھے تو طلبہ نے اس پر تعلیق لکھنے کا مطالبہ کیا تو ان کے مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے ایک حاشیہ تحریر فرمایا اور ساتھ ہی صاحب مطول پر کچھ اعتراضات بھی کیے۔[1]

(۲) مُلّاخسرو نے بھی ایک حاشیہ لکھا جو کہ نصف کتاب پر مشتمل ہے۔

(۳) ابوبکر اللیثی السمرقندی کا بھی ایک حاشیہ ہے جو کہ مکمّل کتاب کا ہے۔

(۴) حبیب اللہ الشیرازی نے بھی ایک حاشیہ لکھا، البتّہ وہ مفقود ہے۔

(۵) شیخ یحیٰی بن یُوسف المصری الحنفی نے بھی ایک حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔

یہ چند مشہور حواشی و شروح ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سے حواشی و شروح و تعلیقات لکھی گئی ہیں۔

مختصر المعانی : جو کہ مطول ہی کی تلخیص ہے اس پر بھی بہت سے حواشی و شروح لکھی گئی ہیں۔

۱۔ مولانا نظام الدّین عثمانی الخطابی نے ایک شرح لکھی جو بہت ہی مشہور ہے البتّہ مکمّل کتاب کی نہیں بلکہ صرف اوائل پر مشتمل ہے۔

۲۔ عبداللہ بن شہاب الدّین کا بھی ایک حاشیہ ہے جو کہ بہت ہی مقبول اور مفید ہے۔

۳۔ شہاب الدّین احمد بن قاسم کا بھی ایک حاشیہ ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سی شروح و حواشی ہیں۔ مختصر المعانی۔ اب یہ اسی نام سے مشہور ہے، یا اختصار شرح التلخیص یا الشرح المختصر یا محض المختصر۔ مصنف نے اسماء مروجہ میں سے کوئی خاص نام تجویز نہیں کیا۔

علم معانی میں علّامہ تفتازانی کی تیسری تصنیف "شرح القسم الثالث من المفتاح" یعنی مفتاح العلوم

---

[1] کشف الظنون

کے تیسرے حصّہ کی شرح ہے۔ یہ ان کی سب سے آخری تصنیف ہے، لیکن اس کو مطول یا المختصر جیسی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے قلمی نسخے اسکوریال اور دوسرے مقامات پر موجود ہیں۔

علم منطق

علم منطق کے اندر بھی علّامہ تفتازانی کی کئی کتابیں ہیں۔

(۱) شرح رسالۃ الشمسیۃ یا الشرح الشمسیۃ : ہندوستان میں اس کتاب کو اکثر سعدیہ ہی کہتے ہیں یہ الکاتبی کے "رسالۃ المنطق" کی شرح ہے اس کے قلمی نسخے "برلن" وغیرہ میں موجود ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ "الشمسیہ" منطق کا ایک مشہور رسالہ ہے جس کو عمر بن القزوینی معروف بہ الکاتبی نے خواجہ شمس الدین محمد کے لیے لکھا تھا۔ اُنھیں کے نام پر اس کو "الشمسیہ" کہتے ہیں۔ علامہ تفتازانی نے اسی رسالہ کی تحقیق کی، اس شرح کو اتنی مقبولیت حاصل ہُوئی کہ لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اصل کتاب کو بھُول گئے۔[۱]

(۲) تہذیب المنطق والکلام : یہ اس کتاب کا مشہور نام ہے اور مصنفؒ نے دیباچہ میں "غایۃ تہذیب الکلام فی تحریر المنطق والکلام" نام لکھا ہے۔ یہ منطق اور علم کلام کی کتاب ہے اس کتاب کا دوسرا حصّہ مقاصد کا اختصار ہے اور پہلا حصّہ ایک مقبول عام درسی کتاب ہے۔ علّامہ کی یہ کتاب دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ منطق اور کلام۔ اس کا طرزِ تحریر بہت ہی عُمدہ اور دلکش ہے جس کے نتیجہ میں یہ کتاب شہرۂ آفاق بنی اور بہت سے عُلماء و محققین اس کی طرف متوجہ ہُوئے اور اس کی شروحات لکھیں۔

(ماوراء الطبعیۃ والکلام)

۱۔ المقاصد : یہ مابعد الطبعیہ اور علم کلام کا ملخص ہے جس کی مصنّف نے خود ہی شرح بھی لکھ دی ہے، قسطنطنیہ اور برلن میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

۲۔ تہذیب المنطق والکلام

---

[۱] کشف الظنون

(۳) شرح العقائد النسفی: عقائد النسفی کے نام سے شیخ نجم الدین ابو حفص متوفی ۵۳۷ھ کا علم کلام کے اندر ایک مختصر سا رسالہ ہے جو بہت ہی پیچیدہ اور مغلق ہے۔ بہت سے علماء فن نے اس پر قلم اُٹھایا تاکہ اس کے مسائل کو حل کر کے اس کی شرح تیار کریں لیکن وہ مقبولیت کسی کی شرح کو حاصل نہ ہو سکی جو علامہ تفتازانی کی شرح کو حاصل ہوئی بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ علامہ کی شرح کی وجہ سے لوگ اصل کتاب کو بھول گئے تو بے جا نہ ہوگا۔ بعد کے علماء نے اس شرح پر حواشی تحریر کیے۔ مثلاً (۱) محمد بن محمد جو کہ ابن الفرس الحنفی کے نام سے مشہور ہیں نے ایک شرح لکھی۔ (۲) احمد بن موسیٰ جو کہ الخیالی کے نام سے مشہور ہیں نے علامہ کی شرح کا ایک حاشیہ لکھا جو کہ بہت ہی مقبول ہے۔ (۳) صلاح الدین جو کہ سلطان بایزید کے معلم تھے نے جس وقت وہ سلطان کو پڑھاتے تھے تو سلطان کی خاطر ایک حاشیہ لکھا جو بہت ہی مقبول ہوا۔ (۴) ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے بھی اس پر حاشیہ لکھا جو کہ علماء کے نزدیک بہت ہی مقبول ہے۔ ان کے علاوہ بھی حواشی و شروح لکھی گئیں۔ یہ تو سب نثری ذخیرہ تھا۔ اللہ نے اس کتاب کو وہ مقبولیت عطا کی کہ نظم میں بھی اس پر طبع آزمائی کی گئی، چنانچہ القاضی الفاضل عمر بن مصطفی الطرابلسی نے اس کتاب کو نظم کیا پھر اس کی شرح لکھی۔[1]

فضیحۃ الملحدین: اس کتاب کے اندر ابن العربی مؤلف فصوص الحکم کے خیالات کا رد ہے اس کتاب کا قلمی نسخہ برلن کے اندر موجود ہے۔

(اصول فقہ)

التلویح فی کشف حقائق التنقیح: تنقیح الاصول: علم اصول فقہ کے اندر ایک بہت ہی مفید اور نافع کتاب ہے جس کو علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ ابن مسعود المحبوبی البخاری الحنفی نے ۷۴۷ھ میں لکھا تھا، جس کا شمار اُصول فقہ کے اہم متون میں ہوتا ہے۔

مصنف نے اس کتاب کے لکھنے کی وجہ یوں تحریر کی ہے کہ "جب میں نے بڑے بڑے فضلاء اور علماء کو فخر الاسلام بزدوی کی کتاب کے مباحث میں حیران و سرگردان دیکھا بلکہ بعض کو میں نے اس کے الفاظ پر بھی طعنہ زنی کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے اس کی تنقیح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر میں نے اس کو دو قسموں پر منقسم کیا، قسم

---

[1] کشف الظنون۔

اوّل میں ادلۂ شرعیہ اور اس کے چاروں ارکان یعنی کتاب اللہ، سُنّت اجماع اور قیاس کو ذکر کیا۔ قسم ثانی میں ضمیمہ کے طور پر کتاب کے آخری حصّہ کا ذکر کیا اور اُس کا نام میں نے "تنقیح الاصول" رکھا پھر اُس کی شرح بھی لکھی، جس کو "التوضیح فی غوامض التنقیح" کے نام سے موسوم کیا۔ اب چونکہ "التوضیح" کے اندر بہت سی باتیں پیچیدہ اور مغلق تھیں جس کو سمجھنے کے اندر دُشواری ہوتی تھی گویا کہ وہ شرح ہوتے ہوئے بھی متن کے طرز پر تھی اس لیے اور بھی شروحات اس کی وجود میں آئیں جن میں سب سے زیادہ مشہور اور مقبول علامہ تفتازانی کی "تلویح" ہوئی چونکہ علامہ کی یہ شرح غایت درجہ مطلوب تک پہنچی ہوئی ہے جس سے ہر طالب علم فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اس لیے عُلماء نے اس کی طرف توجّہ کی اور اس پر حواشی و تعلیقات تحریر فرمائیں۔ [1]

(۱) سیّد شریف جرجانی نے علّامہ کی شرح "تلویح" پر ایک حاشیہ تحریر فرمایا

(۲) مولی مصلح الدین، مصطفی بن یوسف بن صالح المشہور بخواجہ زادہ متوفی ۸۹۳ھ نے بھی ایک بہت ہی جامع حاشیہ لکھا، لیکن وہ ضائع ہوگیا۔ محمد بن لُطف اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو کہ خواجہ زادہ کے شاگردوں میں سے تھے کہ جب خواجہ زادہ کا انتقال ہوگیا تو عُلماء میں سے کسی نے ان کی بیوی سے اس غرض سے نکاح کرلیا تاکہ اس مسودہ کو حاصل کرسکیں جو اُنھوں نے "تلویح" پر تیار کیا تھا جس کی تبییض نہیں ہوسکی تھی۔ اُنھوں نے اس کو حاصل تو کرلیا وہ "اماسیہ" میں کسی مدرسہ کے اندر مدرس تھے، حالات ناساز گار ہونے کی وجہ سے وہ مسودہ کہیں غائب ہوگیا۔ محمد بن لُطف اللہ مزید بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اس کے غائب ہونے پر بہت افسوس کرتے تھے کہ اگر وہ کتاب ضائع نہ ہوتی تو ایک بہت ہی نادر اور عجیب چیز ہوتی، خواجہ زادہ خود کہا کرتے تھے کہ اگر تبییض کے بعد بادشاہ اس کو قسطنطنیہ کے قلعہ کے دروازہ پر آویزاں کردے جیسے شاہ تیمور نے مطول کو آویزاں کرکے ہرات کے قلعہ کو زینت بخشی تھی تو بادشاہ کے لیے بڑے فخر کی بات ہوگی لیکن بدقسمتی سے مرنے کے بعد وہ ضائع ہوگئی اور یہ بھی ذکر کیا کہ جب خواجہ زادہ "تلویح" کو پڑھاتے تھے تو اس پر ایسے ایسے اعتراضات کرتے کہ اس کو کوئی حل نہ کرپاتا جبکہ شاگردوں میں بڑے بڑے فضلا بھی شامل ہوتے تھے پھر ان کو خود ہی حل فرماتے، یہ تمام تحقیقات اسی مسودہ کے اندر موجود تھیں۔

عُلماء فن نے علّامہ کی "تلویح" کو حواشی و تعلیقات سے آراستہ کیا ہے۔

شرح المختصر فی الاصول: الذجی نے ابن حاجب کی مختصر المنتہی پر ایک شرح لکھی تھی پھر علّامہ تفتازانی نے اس کی شرح لکھی۔

---

[1] کشف الظنون، ص ۱۷۶۳ - حاجی خلیفہ

علم فقہ

المفتاح : یہ کتاب شافعی فروع پر مشتمل ہے اسکا قلمی نسخہ برلن کے کُتب خانہ میں محفوظ ہے علّامہ کے سوانح نگاروں نے اس کتاب کے علاوہ علم فقہ میں "مجموعۃ الفتاوی الحنفیہ" کا بھی ذکر کیا ہے البتہ اس کا نسخہ کہیں موجود نہیں ہے۔

اختصار شرح تلخیص الجامع الکبیر : امام شیبانی کا رسالہ الجامع الکبیر جو کہ فروع حنفیہ پر مشتمل ہے الخلاطی نے اس کی تلخیص کی۔ محمد بن مسعود الغجدوانی نے اس تلخیص کی شرح لکھی، اس کے بعد علّامہ تفتازانی نے شرح غجدوانی کی تلخیص لکھی جو نامکمل رہی "اختصار شرح تلخیص الجامع الکبیر" اس کتاب کا نام ہے۔

مقدمۃ الصلوٰۃ : ۱۸۷۰ء میں مقدمۃ الصلوٰۃ کا ایک ایڈیشن دہلی میں شائع ہوا تھا۔ یہ رسالہ مسائلِ نماز سے متعلق ہے، بعض نے اس رسالہ کو کیدانی کی طرف منسوب کیا ہے، اس کے ساتھ شرح بھی ہے جو تفتازانی اور جرجانی کی طرف منسوب کی جاتی ہے، لیکن یہ بات یقینی نہیں ہے کہ یہ نسبت دُرست ہے یا نہیں۔

(علم تفسیر)

(۱) **کشف الاسرار وعِدۃ الابرار :** یہ فارسی زبان میں قرآن حکیم کی تفسیر ہے اس کا ایک قلمی نسخہ ینکی کی جامع مسجد میں محفوظ ہے۔

(۲) **شرح یا حاشیہ علی الکشاف :** زمخشری کی تفسیر پہ ایک حاشیہ ہے مگر یہ نامکمل رہا۔ اسکے قلمی نسخے برلن میں محفوظ ہیں۔

علم فقہ اللغۃ کے اندر بھی ایک کتاب النعم السوابغ فی شرح کلم النوابغ علّامہ زمخشری کی کتاب "الکلم النوابغ" کی شرح میں تحریر فرمائی۔

سعدیؒ کی بوستاں کا ترجمہ ترکی زبان میں نظم میں کیا۔ علّامہ تفتازانی کے اس مختصر تعارف سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علّامہ آٹھویں صدی ہجری کے کس درجے کے عالم اور محقق تھے۔ بہت سی کتابیں ان کی ایسی ہیں جو مستقل تحقیق کا موضوع بن سکتی ہیں۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مراجع و مصادر

(۱) دائرۃ المعارف الاسلامیہ پاکستان (۲) البدر الطالع۔ شوکانی، ج : ۲، ص : ۳۰۳ تا ۳۰۵۔ (۳) الفوائد البہیہ۔ عبدالحیٔ لکھنوی ص : ۱۲۸ تا ۱۳۰۔ ۱۳۷ (۴) کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ (۵) طبقات الشافعیۃ۔ العبادی۔ (۶) بغیۃ الوعاۃ السیوطی، ص : ۳۹۱ (۷) شذرات الذہب، ابن العماد، ج : ۶، ص : ۳۱۹ تا ۳۲۲ (۸) کمال الدین عبدالرزاق۔ مطلع سعدین، ج : ۱ (۹) ابن حجر۔ الدرر ج : ۴، ص : ۳۵۰۔

ماڈلنگ سے وابستہ عیسائی خاتون امینہ جناں کے قبولِ اسلام کی کہانی خود اُن کی زبانی

امینہ جناں صاحبہ

میرے والدین پروٹسٹنٹ عیسائی تھے اور ننھیال و ددھیال دونوں کی طرف مذہب کا بڑا چرچا تھا۔ ہائی اسکول کی تعلیم ختم ہوئی تو میری شادی ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی میں ماڈلنگ کے پیشے سے منسلک ہوگئی، خدا نے مجھے اچھی شخصیت عطا کی تھی اور میں خوب محنت کرتی تھی۔ اس لیے میرا کاروبار خوب چمکا تو پیسے کی ریل پیل ہوگئی، شوفر، بہترین گاڑیاں، غرض آسائش کا ہر سامان میسّر تھا، حالت یہ تھی کہ بعض اوقات ایک جُوتا خریدنے کے لیے میں ہوائی سفر کر کے دوسرے شہر جاتی تھی، اس دوران میں ایک بیٹے اور بیٹی کی ماں بھی بن گئی مگر سچی بات ہے کہ ہر طرح کے آرام و راحت کے باوجود دل مطمئن نہ تھا بے سکونی اور اُداسی جان کا گویا مستقل آزار بن گئی تھی اور زندگی میں کوئی زبردست خلا محسوس ہوتا تھا، نتیجہ یہ کہ میں نے ماڈلنگ کا پیشہ ترک کر دیا اور دوبارہ مذہبی زندگی اختیار کر لی اور مختلف تعلیمی اداروں میں مذہبی تبلیغ کی رضاکارانہ خدمات انجام دینے لگی، اس کے ساتھ ہی میں نے مزید تعلیم کے لیے یُونیورسٹی میں داخلہ لے لیا، خیال تھا کہ اس بہانے شاید رُوح کو کچھ سکون ملے گا، اُس وقت میری عمر تیس برس کی تھی۔

اسے میری خوش قسمتی ہی کہیے کہ مجھے ایک ایسی کلاس میں داخلہ مل گیا جس میں سیاہ فام اور ایشیائی طالب علموں کی خاصی بڑی تعداد تھی۔ میں بڑی پریشان ہوئی مگر اب کیا ہوسکتا تھا، مزید گھٹن یہ دیکھ کر محسوس ہوئی کہ ان میں خاصے لوگ مُسلمان تھے اور مجھے مُسلمانوں سے انتہائی نفرت تھی۔ میرے نزدیک عام یورپی سوچ کی طرح اسلام وحشت وجہالت کا مذہب تھا اور مُسلمان غیر مہذّب، عیّاش، عورتوں پر ظلم کرنے والے اور اپنے مخالفوں کو زندہ جلا دینے والے لوگ تھے، امریکہ اور یورپ کے عام مصنّفین اور مؤرخ یہی کچھ

لگتے آرہے ہیں۔ بہر حال شدید ذہنی کوفت کے ساتھ تعلیم شروع کی، پھر اپنے آپ کو سمجھایا کہ میں ایک مشنری ہوں، کیا عجب کہ خُدا نے مجھے ان کافروں کی اصلاح کے لیے یہاں بھیجا ہو، اس لیے مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے چنانچہ مَیں نے صُورتِ حال کا جائزہ لینا شروع کیا تو حیرت میں مُبتلا ہوگئی کہ مُسلمان طالب علموں کا رویّہ دیگر سیاہ فام نوجوانوں سے بالکل مختلف تھا۔ وہ شائستہ، مہذّب اور باوقار تھے۔ وہ عام امریکی نوجوانوں کے برعکس لڑکیوں سے بے تکلّف ہونا پسند نہ کرتے، نہ آوارگی اور عیش پسندی کے رسیا تھے۔ میں تبلیغی جذبے کے تحت ان سے بات کرتی، اُن کے سامنے عیسائیت کی خُوبیاں بیان کرتی تو وہ بڑے وقار سے ملتے اور بحث میں اُلجھنے کے بجائے مُسکرا کر خاموش ہوجاتے۔

مَیں نے اپنی کوششوں کو یوں بے کار جاتے دیکھا تو سوچا کہ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ اس کے نقائص اور تضادات سے آگاہ ہو کر مُسلمان طالب علموں کو زچ کرسکوں، مگر دل کے گوشے میں یہ احساس بھی تھا کہ عیسائی پادری، مضمون نگار اور مورّخ تو مُسلمانوں کو وحشی، گنوار، جاہل اور نہ جانے کن کن بُرائیوں کا مرقع بتاتے ہیں، لیکن امریکی معاشرہ میں پلنے بڑھنے والے ان سیاہ فام مُسلمان نوجوانوں میں تو ایسی کوئی بُرائی نظر نہیں آتی، بلکہ یہ باقی سب طلبہ سے مختلف و منفرد پاکیزہ رویّے کے حامل ہیں، پھر کیوں نہ میں خود اسلام کا مطالعہ کروں اور حقیقتِ حال سے آگاہی حاصل کروں، چنانچہ اس مقصد کی خاطر مَیں نے سب سے پہلے قرآن کا انگریزی ترجمہ پڑھنا شروع کیا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ کتاب دل کے ساتھ ساتھ دماغ کو بھی اپیل کرتی ہے۔ عیسائیت پر غور و فکر کے دوران اور مطالعہ بائبل کے نتیجے میں ذہن میں کتنے ہی سوال پیدا ہوتے تھے، مگر کسی پادری یا دانشور کے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا اور یہی تشنگی رُوح کے لیے مستقل روگ بن گئی تھی... مگر قرآن پڑھا تو ان کافر کے سوالوں کے ایسے جواب مل گئے جو عقل اور شعور کے عین مطابق تھے، مزید اطمینان کے لیے اپنے کلاس فیلو مُسلمان نوجوانوں سے گفتگوئیں کیں اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ مَیں اَب تک اندھیروں میں بھٹک رہی تھی اور اسلام اور مُسلمانوں کے بارے میں میرا نقطۂ نظر صریحاً بے انصافی اور جہالت پر مبنی تھا۔

مزید اطمینان کی خاطر مَیں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم اور اُن کی تعلیمات کا مطالعہ کیا تو یہ دیکھ کر مجھے خوش گوار حیرت ہوئی کہ امریکی مصنفین کے پروپیگنڈے کے بالکل برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلّم بنی نوع

انسان کے عظیم محسن اور سچّے خیر خواہ ہیں خصوصاً انھوں نے عورت کو جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا، اس کی پہلے یا بعد میں کوئی مثال نظر نہیں آتی۔

ماحول کی مجبوریوں کی بات دوسری ہے۔ ورنہ میں طبعاً بہت شرمیلی ہوں اور خاوند کے سوا کسی مرد سے بے تکلفی پسند نہیں کرتی، چنانچہ جب میں نے پڑھا کہ پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم خود بھی بے حد حیادار تھے اور خصوصاً عورتوں کے لیے عفت و پاکیزگی اور حیا کی تاکید کرتے رہے تو میں بہت متأثر ہوئی اور اسے عورت کی ضرورت اور نفسیات کے عین مطابق پایا، پھر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عورت کا درجہ جس قدر بلند فرمایا اس کا اندازہ اس قول سے ہوا کہ، "جنّت ماں کے قدموں میں ہے" اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فرمان پر تو میں جھوم اٹھی کہ "عورت نازک آب گینے کی طرح ہے... اور تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی اور گھر والوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔"

قرآن اور پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات سے میں مطمئن ہوگئی اور تاریخ اسلام کے مطالعے اور اپنے مسلمان کلاس فیلو نوجوانوں کے کردار نے مسلمانوں کے بارے میں بالکل ساری غلط فہمیوں کو دُور کر دیا اور میرے ضمیر کو میرے سارے سوالوں کے جواب مل گئے تو میں نے اُن سے چند مزید سوالات کیے اور کلمہ شہادت پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئی۔

میرے قبول اسلام پر سارے خاندان پر گویا بجلی گر پڑی، ہمارے میاں بیوی کے تعلقات واقعی مثالی تھے اور میرا شوہر مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا مگر میرے قبولِ اسلام کا سُن کر اُسے غیر معمولی صدمہ ہُوا، میں اُسے پہلے بھی قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی اور اب پھر سمجھانے کی بہت سعی کی، مگر اس کا غصّہ کسی طرح ٹھنڈا نہ ہُوا، اور اُس نے مجھ سے علیحدگی اختیار کرلی اور میرے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، عارضی طور پہ دونوں بچوّں کی پرورش میری ذمّہ داری قرار پائی۔

میرے والد بھی مجھ سے گہری قلبی وابستگی رکھتے تھے، مگر اس خبر سے وہ بھی بے حد برافروختہ ہوئے اور غصّے میں ڈبل بیرل شاٹ گن لے کر میرے گھر آگئے تاکہ مجھے قتل کر ڈالیں... مگر خُدا کا شُکر ہے کہ میں بچ گئی وہ ہمیشہ کے لیے قطع تعلّق کر کے چلے گئے۔

میری بڑی بہن ماہر نفسیات تھی، اُس نے اعلان کر دیا کہ یہ کسی دماغی عارضے میں مُبتلا ہوگئی ہے اور اس نے سنجیدگی سے مجھے نفسیاتی انسٹی ٹیوٹ میں داخل کرانے کے لیے دوڑ دھوپ شروع کر دی،

میری تعلیم مکمل ہو چکی تھی، مَیں نے معاشی ضرورتوں کے پیشِ نظر ایک دفتر میں ملازمت حاصل کی، لیکن ایک روز میری گاڑی کو حادثہ پیش آگیا اور تھوڑی سی تاخیر ہوگئی تو مجھے ملازمت سے نکال دیا گیا۔ فرم والوں کے نزدیک میرا اصل جرم یہی تھا کہ مَیں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی حالت یہ تھی کہ میرا ایک بچّہ پیدائشی طور پر معذور تھا، وہ دماغی طور پر بھی نارمل نہ تھا اور اس کی عام صحّت بھی ٹھیک نہ تھی جبکہ بچّوں کی تحویل اور طلاق کے مقدمے کے باعث امریکی قانون کی رو سے فیصلہ دینے تک میری ساری جمع پُونجی منجمد کر دی گئی تھی۔ ملازمت بھی ختم ہُوئی تو مَیں بہت گھبرائی اور بے اختیار رب جلیل کے حضور سر بسجود ہو گئی اور گڑگڑا کر خُوب دُعائیں کیں، اللہ کریم نے میری دُعائیں قبول فرمالیں اور دوسرے ہی روز میری ایک جاننے والی خاتون کی کوشش سے مجھے الیکٹر سیل پروگرام میں ملازمت مل گئی اور میرے معذور بچّے کا علاج بھی بلامعاوضہ ہونے لگا۔ ڈاکٹروں نے دماغ کے آپریشن کا فیصلہ کیا اور اللہ کے خاص فضل سے یہ آپریشن کامیاب رہا۔۔۔ بچہ تندرست ہو گیا اور میری جان میں جان آئی ۔۔۔ لیکن آہ ابھی آزمائشوں کا سلسلہ ختم نہ ہُوا تھا۔ عدالت میں بچّوں کی تحویل کا مقدمہ دو سال سے چل رہا تھا۔ آخر کار دُنیا کے اس سب سے بڑے "جمہوری" مُلک کی "آزاد" عدالت نے فیصلہ یہ کیا کہ اگر بچّوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوں تو اسلام سے دست بردار ہونا پڑے گا کہ اس قدامت پرست مذہب کی وجہ سے بچّوں کا اخلاق خراب ہوگا اور تہذیبی اعتبار سے انہیں نقصان پہنچے گا۔

عدالت کا یہ فیصلہ میرے دل و دماغ پر بجلی بن کر گرا، ایک مرتبہ تو میں چکرا کر رہ گئی۔ زمین اور آسمان گھومتے ہوئے نظر آئے مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس کی رحمت نے مجھے تھام لیا اور مَیں نے دو ٹوک انداز میں عدالت سے کہہ دیا کہ مَیں اپنے بچّوں سے جُدائی گوارا کر لوں گی مگر اسلام اور ایمان کی دولت سے دستبردار نہیں ہو سکتی، چنانچہ بچّی اور بچّہ دونوں باپ کی تحویل میں دے دیئے گئے۔

اس کے بعد ایک سال اسی طرح گزر گیا، مَیں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے تعلّق کو گہرا کر لیا اور تبلیغ دین میں منہمک ہو گئی نتیجہ یہ کہ ساری محرومیوں کے باوجود میں ایک خاص قسم کے سکون اور اطمینان سے سرشار رہی۔

ایک زمانہ تھا کہ میں اتوار کا دن آرام کرنے کے بجائے کسی سنڈے اسکول میں بچّوں کو عیسائیت کے اسباق پڑھاتی تھی، آج اللہ کے کرم سے میں اتوار کا دن اسلامک سینٹروں میں گزارتی ہوں اور وہاں مُسلمان بچّوں کو دینی تعلیم

(باقی صفحہ ۵۸ پر)

(قسط:۲)

جنّت میں لے جانے والے کام

حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

۶۔ ان خصائل میں سے ایک خصلت نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کی بُنیادوں میں سے یہ ایک بُنیاد ہے اور یہ ایک ایسی تعمیری تنقید ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بُرائیوں کو چھوڑ کر اور اچھائیوں اور اخلاقی کمالات کو حاصل کر کے افراد اور معاشرہ سب میں خیر و بھلائی پھیلائی جائے اسی وجہ سے اس اُمّت کو "خیرِ اُمّت" کا لقب دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

کُنْتُمْ خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله

تم ایک بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے لیے مبعوث ہوئی ہو اور تمہارا کام لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔

اس آیت میں لفظ "کنتم" استعمال کیا گیا جو بقول صاحب رُوح المعانی دوام کے لیے ہے۔ پھر "للناس" کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ تم صرف اپنوں ہی میں تبلیغ کو محدود نہ کرو بلکہ بیگانوں تک بھی اللہ کی توحید اور رسالت محمدیؐ کا پیغام پہنچاؤ۔ تبلیغ اسلام کو صرف مسجدوں کے اندر رہنے والوں ہی تک نہ رکھو بلکہ مسجدوں میں آنے والوں تک بھی اللہ کا پیغام پہنچاؤ۔ صرف مسلم ممالک ہی میں تم اللہ کا پیغام نہ سُناتے پھرو بلکہ یورپ کے کلیساؤں اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں بھی تمہاری اذانوں کی آواز گونجے۔ نہ صرف زمین پر چلنے والوں ہی کے لیے تمہارے وعظ نہ ہوں بلکہ فضائے آسمانی میں اُڑنے والوں اور سمندروں کے سینوں کو چیرنے والے جہازوں میں بیٹھے ہوؤں کے لیے بھی تم داعی الی الحق بنو۔ غرض کہ اس کرۂ زمین پر اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کو خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی، ہندو ہوں یا پارسی بدھ مت ہوں یا جین مت، کمیونزم سے ان کا تعلق ہو یا سوشلزم سے کسی بھی عقیدے، کسی بھی مسلک

اور کسی بھی نظریے کا ماننے والا ہو، ہر ایک تک اللہ تعالیٰ کا پیغام جس طریقے سے بھی ہو سکے پہنچانے کی ذمہ داری اُمّتِ محمدیہ کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔

پھر "خیر امة اخرجت للناس" کے بعد "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" بیان کیا۔ یہ اس لیے کہ "وصف" پہلے بیان کیا اور علّت بعد میں جیسے کہتے ہیں۔ "زید کریم یطعم الناس ویکسوہم" یعنی زید ایک کریم شخص ہے کیونکہ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور پہننے کے لیے کپڑے دیتا ہے تو زید اس وقت تک ہی کریم ہے جب تک لوگوں کو کھانا کھلاتا اور کپڑے پہناتا ہے۔ جب اس نے یہ دونوں کام چھوڑ دیے اس وقت وہ کریم نہیں رہے گا۔ بالکل اسی طرح جب تک اُمت میں "امر بالمعروف اور "نہی عن المنکر" رہے گا۔ اُمت "خیر اُمّت" ہو گی اور جب یہ امتیازی وصف ان سے جاتا رہے گا اس وقت اُمّت "خیر اُمّت" کے شرف سے محروم ہو جائے گی۔

پھر المعروف اور المنکر میں الف لام استغراقی ہے۔ جیسا کہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ (تفسیر کبیر ج : ۲، ص : ۲۲۵) مطلب یہ ہوا کہ یہ اُمّت چھوٹی سے چھوٹی نیکی سے لے کر بڑی سے بڑی نیکی کا حکم دیتی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی بُرائی سے لے کر بڑی سے بڑی بُرائی سے روکتی ہے۔

"خیر اُمّت" ہونے کی تیسری علّت یہ بیان فرمائی " وتؤمنون باللہ " کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ ایمان حالانکہ سب کی اصل ہے اور بغیر ایمان کے کوئی عمل معتبر نہیں لیکن اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بعد ذکر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ میں تو پہلی اُمّتیں بھی ہمارے ساتھ شریک تھیں لیکن یہ خاص امتیاز جس کی وجہ سے حضور علیہ السّلام کی اُمّت کو دوسرے انبیاء علیہم السّلام کی اُمّتوں پہ تفوق اور فضیلت حاصل ہے وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور چونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل صالح معتبر نہیں۔ لہٰذا ساتھ ہی بطورِ قید کے اس کا بھی ذکر فرما دیا۔ وگرنہ مقصود بالذکر وہی ہے اس لیے اس کو مقدم کیا اور ایمان کو مؤخر۔

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا :

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف

وینھون عن المنکر واولئك ھم المفلحون　(آلِ عمران : ۱۰۴)

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ "دعوت الی الخیر" کے لیے ایک جماعت کا وجود ناگزیر ہے جس کا کام صرف یہی ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے تبلیغ دین اور دعوت الی الخیر کی ذمّہ داری سب سے پہلے اسلامی حکومت پر عائد ہوتی ہے لیکن حکومت اگر اس کام کو انجام نہ دے تو پھر تمام مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ باہم مل کر ایسی جماعت پیدا کریں جو اس فرض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہے کیونکہ مُسلمانوں کی حیاتِ ملّی اسی وقت تک قائم ہے جب تک یہ جماعت باقی ہے۔

پھر اس جماعت کے کچھ اوصاف بیان فرمائے جن میں سب سے پہلا وصف "یدعون الی الخیر" کہ اس جماعت کا سب سے پہلا وصف اور خصوصی امتیاز یہ ہوگا کہ وہ خیر کی طرف دعوت دیا کرے گی۔ "خیر" کیا ہے؟ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی تفسیر یہ بیان فرمائی۔

الخیر ھو اتباع القرآن وسنتی (ابن کثیر جلد۱ ص: ۳۹۰ مصر)

خیر کا مطلب ہے قرآن اور میری سُنّت کی تابعداری

خیر کی اس سے زیادہ جامع تعریف نہیں ہوسکتی۔ اس تفسیر میں پُورے کا پُورا دین آگیا ہے "دعوت الی الخیر" کے ساتھ "یدعون" کا صیغہ مضارع لاکر یہ اشارہ فرمادیا کہ یہ جماعت صرف مخصوص اوقات میں نیکی کی دعوت نہ دے بلکہ اس کے شب وروز کا وظیفہ ہی یہ ہو اور اس کی ساری زندگی کا نصب العین ہی یہ ہو۔ "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" سے تو یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ اس کی ضرورت خاص خاص موقعوں پر ہوگی جب وہ منکرات دیکھے جائیں، لیکن "یدعون الی الخیر" لاکر یہ بتلادیا کہ منکرات ہوں یا نہ ہوں اس جماعت کا کام ہر حالت میں قرآن و سُنّت اور نیکی کی دعوت دینا ہے۔

پھر اس جماعت کے دو وصف اور بیان فرمائے "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" اس کے بعد نتیجہ یہ بیان فرمایا کہ "اولئک ھم المفلحون" کہ فلاح اور سعادت حاصل کرنے والے اس جماعت کے لوگ ہیں۔ "فلاح" کو اس جماعت کے افراد کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا، صرف اس لیے کہ یہ جماعت دین کی عظمت کی ضامن اور اس کی محافظ ہے۔

ان آیات میں واجبات کے بجائے معروف اور منکر کا عنوان قائم کرنے میں شاید یہ حکمت ہے کہ یہ روک ٹوک کا معاملہ ان مسائل میں ہو جو اُمت میں مشہور و معروف اور سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔ اجتہادی مسائل جن میں اُصول شرعیہ کے تحت مختلف رائیں ہو سکتی ہیں، ان میں یہ روک ٹوک کا سلسلہ نہ ہونا چاہیے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں اس حکیمانہ تعلیم سے غفلت برتی جاتی ہے اور اجتہادی مسائل جیسے رفع الیدین، آمین بالجہر وغیرہ ہی کو جنگ و جدال کا میدان بنا کر مُسلمانوں کی جماعتوں کو آپس میں ٹکرایا جاتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ اس کو سب سے بڑی نیکی بھی قرار دیا جاتا ہے اور اس کے برعکس متفق علیہ معاصی اور گناہوں کی روک تھام بڑے بڑے شب زندہ داروں اور چھوٹے چھوٹے اجتہادی مسائل پر مُسلمانوں کی جماعتوں کو لڑانے والوں کی زبان کھلنا تو درکنار ان کی جبینِ تقدس پر بھی شکن تک نہیں پڑتی۔

مختصر یہ کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور بُرائی کے کاموں سے روکنا ایک ایسا عمل ہے جو جنّت میں لے جانے والا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور رمضان کے روزے رکھو اور اللہ کے گھر کا حج کرو اور اچھی باتوں کا حکم دو اور بُری باتوں سے روکو، اور تم اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔ جس شخص نے ان میں سے کسی شئی میں کمی کی تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اسلام کا ایک حصّہ ہے جسے وہ چھوڑ رہا ہے اور جس نے ان سب کو چھوڑ دیا، اس نے اسلام کی طرف پشت کر دی۔

اس فریضہ کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ضروری قرار دیا تھا لیکن جب اُنھوں نے اس میں کوتاہی کی اور اس کو ضائع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان رسولوں کی زبانی ان پر لعنت بھیجی۔ چنانچہ فرمایا:

"بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی۔ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے۔ یہ لعنت اس وجہ سے ہوئی کہ اُنھوں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے اور ان لوگوں نے ایک دوسرے کو بُرے کاموں کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ اور ان کا یہ فعل واقعی بُرا تھا۔ (المائدہ: ۷۸)

یہ شے کہ ایک شخص بُرائی کر رہا ہو اور دوسرا اس کو دیکھ کر نہ روکے، ایک نہایت خطرناک پوری

ملّت کے لیے مہلک ہے کیونکہ ہر قوم میں بگاڑ ابتداء میں چند افراد سے شروع ہوتا ہے۔ اگر قوم کا اجتماعی ضمیر اپنے اندر زندگی کی کوئی رمق باقی رکھتا ہے تو ان کا زندہ ضمیر ان افراد کے بگاڑ کو دبائے رکھتا ہے اور قوم بحیثیت مجموعی بگڑنے نہیں پاتی، لیکن اگر قوم یا ملّت ان افراد کے معاملہ میں سستی سے کام لیتی ہے اور ان کو ملامت اور زجر و توبیخ کرنے کے بجائے ان غلط کاریوں کے کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیتی ہے تو رفتہ رفتہ بُرائی کا وہ زہر جو پہلے صرف چند افراد میں سمایا ہُوا تھا ساری قوم کے جسم کو مسموم بنا دیتا ہے اور نتیجہ وہی ہوتا ہے جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہُوا کہ ساری قوم تباہی اور ہلاکت کے گڑھے میں گر جاتی ہے۔

سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لوگ جب کسی بُرے کام کو دیکھیں گے اور اس کو نہیں بدلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر بہت جلد اپنا عذاب نازل فرمادے گا۔ (سنن ابن ماجہ جلد: ۲، ص: ۳۲۷)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"تم لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو، ورنہ حق تعالیٰ تم پر ایسا ظالم بادشاہ مسلّط فرمادیں گے جو نہ تو تمہارے بڑوں کی کچھ رعایت کرے گا اور نہ اس کو تمہارے چھوٹوں پر رحم آئے گا اور اس وقت اگر تمہارے نیکوکار لوگ بھی دُعا کریں گے تو بھی قبول نہیں ہوگی اور اگر وہ اللہ تعالیٰ سے نصرت مانگیں گے تو وہ بھی نہیں ملے گی اور معافی مانگنے پر معافی بھی نہیں ملے گی۔ (تنبیہ الغافلین، ص: ۵۵)

حافظ ابن قیمؒ نے ایک لمبی حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں کہ

"جب کوئی قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیتی ہے تو نہ اس کی دُعائیں سُنی جاتی ہیں اور نہ ہی اُن کے اعمال قبولیت کا درجہ پاتے ہیں۔"

(الدوا ء الکافی لابن قیم، ص: ۶۳)

امام احمد بن حنبلؒ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ کسی بھی قوم میں جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونے لگے اور قوم میں وہ لوگ باعزّت اور اکثریّت میں ہوں جن کو گناہ اور معاصی سے اجتناب ہے لیکن پھر بھی وہ نافرمانوں کو نافرمانی سے نہیں روکتے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم میں عذاب کو عام فرما دیتا ہے۔ (الدواء الکافی ص: ۶۳)

سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضؓ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو اور بُری باتوں سے روکتے رہو، ورنہ پھر اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کر دے گا، پھر تم اس سے دُعا بھی مانگو گے تو وہ بھی قبول نہ ہوگی۔ (ترمذی، جلد۴، ص: ۴۶۸)

اچھی باتوں کا حکم دینے اور بُری باتوں سے روکنے والے کو نرم مزاج اور خوش گفتار ہونا چاہیے۔ دل دکھانے والے الفاظ اور درشت اور ناپسندیدہ کلمات سے بچنا چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اچھی بات کا حکم دے تو اسے چاہیے کہ اس کا یہ حکم دینا عمدہ اسلوب اور احسن طریق سے ہو تاکہ اس کا کلام مؤثر اور مقبول ہو۔ اس سلسلہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب قاسمی قدس سرہ کی کتاب "دعوت اسلام" پڑھنے کے قابل ہے۔ ہر داعیٔ اسلام کے لیے اس کتاب کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔

۷۔ جنّت میں انسان کو لے جانے والا ایک عمل مظلوم و مقہور آدمی کی مدد کرنا ہے۔ مظلوم کی مدد کے بارہ میں کئی احادیث مروی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مظلوم کی اعانت یہ ہے کہ اس سے ظلم دُور کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں

کہ ہر مُسلمان پر صدقہ واجب ہے۔ آپؐ سے پُوچھا گیا، اگر کوئی شخص صدقہ نہ کر سکے تو پھر کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا: اپنے دست و بازو سے عمل کر کے اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے۔ عرض کیا گیا کہ اگر کوئی شخص یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا: کسی مصیبت زدہ اور مظلوم حاجت مند کی مدد کرے۔ پھر عرض کیا گیا کہ اگر کوئی یہ بھی نہ کر سکے تو؟ فرمایا پھر نیکی اور خیر کا حکم دے۔ پھر پُوچھا گیا کہ اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا بُرائی اور شر سے رُک جائے۔ اس پر بھی صدقہ کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

(مسلم، جلد: ۲، ص: ۶۹۹، سنن دارمی جلد: ۲، ص: ۳۹، اللؤلؤ والمرجان جلد۱ ص۲۰۷)

۸۔ ایک خصلت جنّت میں لے جانے والی حدیث میں یہ آئی ہے کہ لوگوں کی تکلیف کے در پے

نہ ہوا جائے بلکہ ان سے حسن سلوک اور احترام سے پیش آیا جائے کیونکہ جس طرح کوئی انسان یہ پسند کرتا ہے کہ اسے کوئی ایذا اور تکلیف نہ پہنچائے اسی طرح اسے بھی چاہیے کہ کسی کو ایذا نہ دے۔ اس طرح لوگوں میں باہمی محبت پیدا ہوگی اور ہر شخص اپنے آپ کو دوسرے سے محفوظ و مصؤن اور مامون سمجھے گا۔ اسی طرح جو شخص دوسروں کا احترام نہیں کرتا دوسرے بھی اس کو احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھتے کیونکہ یہ دُنیا گنبد کی آواز ہے جیسا کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ خیر کی بوائی کرو گے تو خیر اور اچھائی کی فصل کاٹو گے اور اگر بُرائی اور شر کی فصل بوؤ گے تو سوائے کانٹوں کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

بخدا وہ شخص مومن نہیں۔ صحابہ کرام رضؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کون شخص؟
فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے مامون نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں سیّدنا ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص جنّت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔　　　(مسلم جلد: ۱، ص: ۶۸)

سیّدنا ابوسعید الخدری رضؓ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے پاکیزہ مال کھایا اور سُنّت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے بے خطر اور مامون رہے۔ ایسا شخص جنّت میں داخل ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج تو ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میرے بعد آنے والی صدیوں میں بھی ہوں گے۔" (ترمذی جلد: ۲، ص: ۷۶۹)

ایک اور حدیث میں جو سیّدنا انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے۔ سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"مومن وہ ہے جس سے لوگ امن میں رہیں اور مُسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ اپنے کو محفوظ سمجھیں اور مہاجر وہ ہے جو بُرائی کو چھوڑ دے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جنّت میں اس وقت تک کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جب تک اس کا پڑوسی اس کے شر

سے محفوظ نہ ہو۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ج : ا صـ۱۹، مجمع الزوائد ج :ا ، ص : ۵۴

وقال رجالہ رجال الصحیح)

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے سیّدنا ابوذر غفاریؓ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس پر عمل کرکے انسان جنّت میں داخل ہوجائے ؟ اُنھوں نے فرمایا : مَیں نے اس بات میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا :

تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاؤ۔

مَیں نے عرض کیا : یارسول اللہ ! ایمان کے ساتھ کوئی عمل بھی ہے ؟ آپؐ نے فرمایا :

اللہ نے جو کچھ دیا ہو اس میں سے کچھ نہ کچھ دیتا رہے۔

مَیں نے پھر عرض کیا : یا رسول اللہ ! یہ بھی فرمایئے کہ اگر کوئی شخص غریب ہو اور کچھ دینے کے قابل بھی نہ ہو تو کیا کرے ؟ آپؐ نے فرمایا : اچھی باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے منع کرے۔

مَیں نے عرض کیا : یارسول اللہ ! یہ بھی فرمایئے کہ اگر کوئی شخص اپنے مافی الضمیر کو بھی ظاہر کرنے پر قادر نہ ہو اور اچھی باتوں کا حکم اور بُرائی سے نہ روک سکتا ہو تو پھر کیا کرے ؟ آپ نے فرمایا کہ بھولے بھالے اور سیدھے سادے آدمی کی مدد کرے۔ مَیں نے پھر عرض کیا کہ اگر وہ شخص خود سیدھا سادھا اور بھولا بھالا ہو تو پھر کیا کرے ؟ آپؐ نے فرمایا کہ مظلوم اور مغلوب شخص کی مدد کرے۔ مَیں نے پھر عرض کیا کہ اگر وہ کسی مظلوم کی مدد بھی نہ کرسکتا ہو تو پھر کیا کرے ؟ آپؐ نے فرمایا : تم اپنے ساتھی میں کوئی بھی خیر اور بھلائی کی بات نہیں دیکھنا چاہتے ؟ لوگوں کو ایذا پہنچانے سے رُک جائے۔ مَیں نے عرض کی : یارسول اللہ ! اگر یہ کرلیگا تو کیا وہ جنّت میں داخل ہوگا ؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مُسلمان ایسا نہیں ہے جو ان خصائل میں سے کسی خصلت پر عمل کرے مگر یہ کہ وہ خصلت اس کا ہاتھ پکڑ کر جنّت میں لے جائے گی۔ (رواہ الطبرانی وابن حبان وقال الحاکم صحیح علیٰ شرط مسلم)

اس سلسلہ میں سیّدنا جابرؓ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا :

ہر نیکی پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو اور یہ کہ تم اپنے بھائی کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈال دو۔" (ترمذی جلد : ۴، ص : ۳۴۷)

سیّدنا بریدہؓ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرانا اور والدین کی نافرمانی اور فاضل پانی کا روکنا اور نر جانور کو جفتی کے لیے نہ دینا ہے۔

(کشف الاستار جلد: ۱، ص: ۱۷، مجمع الزوائد جلد: ۱، ص: ۱۰۵)

اسی سلسلہ میں سیدنا ابیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اپنے مسلمان بھائی سے مُسکرا کر ملنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا صدقہ ہے اور تمہارا کسی راستہ بھولنے والے شخص کی راہ نمائی کرنا صدقہ ہے۔ اور تمہارا پتھر، کانٹے اور ہڈی کا راستہ سے ہٹا دینا صدقہ ہے اور تمہارا اپنے ڈول میں سے اپنے ساتھی کے ڈول میں پانی انڈیلنا بھی صدقہ ہے۔ (اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ کمزور نگاہ والے شخص کو راہ دکھانا بھی صدقہ ہے)

(ترمذی جلد: ۴، ص: ۳۳۹ - ۳۴۰)

یہ چھوٹے چھوٹے کام اگرچہ دیکھنے میں چھوٹے ہیں لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے اور معاشرہ میں محبت و آشتی پیدا کرنے کے لحاظ سے بہت بڑے اور عظیم ہیں۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عبّاسؓ نے ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ راستہ میں نہ بیٹھو اور اگر ایسا کرنا ہی ہے تو سلام کا جواب دو اور نگاہ کو پست رکھو اور راہ نمائی کرو اور سواری اور بار برداری میں لوگوں کی اعانت کرو۔ (کشف الاستار، جلد: ۲، ص: ۴۳۵، مجمع الزوائد جلد: ۸ ص: ۶۲)

اس سلسلہ میں ایک اور روایت سیّدنا ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

انسان کے ہر سانس پر روزانہ ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا، یا رسول! ہمارے پاس اتنا مال کہاں ہے کہ اتنے صدقے کریں؟ آپ نے فرمایا: خیر کے بہت سے ابواب ہیں: سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر اور لا الٰہ الّا اللہ اور اچھی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، اور بہرے

آدمی کو سُنانا اور نابینا کی راہنمائی کرنا اور ضرورت مند کی حاجت روائی کرنا اور فریاد رسی کرنے والے غلام کی حسبِ طاقت فوراً مدد کرنا اور ضعیف وکمزور کی پُوری قوّت بازو سے مدد کرنا، یہ سب کی سب تمہاری طرف سے تمہارے نفس کے لیے صدقہ ہی تو ہیں۔

(بخاری وابن حبان)

سیّدنا سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پُوچھا: یارسول اللہ! کون سا صدقہ سب سے اعلیٰ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: پانی پلانا۔

(ابن ماجہ جلد: ۲، ص ۱۲۱۴)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو مومن کسی دوسرے مومن کو پیاس کی حالت میں پانی پلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے (شرابِ خالص) سے پلائیں گے۔

(ترمذی، جلد: ۴، ص: ۶۳۳)

اسی سلسلہ میں سیّدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مُسلمان پر روزانہ صدقہ واجب ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: راستہ میں سے تکلیف دہ شے کا اُٹھادینا بھی صدقہ ہے۔ کسی کو راستہ بتلا دینا بھی صدقہ ہے اور بیمار کی عیادت کرنا بھی صدقہ ہے اور جنازہ کے ساتھ جانا بھی صدقہ ہے اور بُری بات سے روکنا بھی صدقہ ہے اور مُسلمان کے سلام کا جواب دینے پر بھی صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

(اس مضمون کی اور بھی کئی احادیث ہیں ملاحظہ ہو کشف الاستار جلد: ۱ ص: ۹۴۳، مجمع الزوائد میں لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث صحاح میں مختصر آئی ہے اور پوری حدیث بزار نے نقل کی ہے۔

(مجمع الزوائد جلد: ۳ ص: ۱۰۴)

سیّدنا ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! نماز کے بارہ میں آپؐ کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: نماز کامل اور مکمل عمل ہے۔

مَیں نے عرض کیا: میں صدقہ کے بارہ میں پُوچھنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا

صدقہ بڑی عجیب چیز ہے۔ مَیں نے پھر عرض کیا: میرے دل میں جو سب سے افضل اور بہترین عمل تھا وہ آپ نے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا روزہ۔ فرمایا: روزہ بہت عمدہ ہے اور اس سے بہتر کوئی عمل نہیں۔ مَیں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول! اگر مجھ میں صدقہ کی طاقت نہ ہو؟ فرمایا: اپنا فاضل کھانا صدقہ کر دیا کرو۔ عرض کیا! اگر یہ بھی نہ کر سکوں؟ فرمایا کھجور کا ایک ٹکڑا دے دیا کرو۔ مَیں نے پھر عرض کیا: اگر میں یہ بھی نہ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات کہہ لیا کرو۔ مَیں نے پھر عرض کیا! اگر میں یہ بھی نہ کر سکوں؟ فرمایا: لوگوں کے ساتھ بُرائی سے بچو۔ اس پر بھی صدقہ کا اجر ملتا ہے جس کا تم اپنے اُوپر صدقہ کرتے ہو۔ مَیں نے پھر عرض کیا کہ اگر مَیں یہ بھی نہ کر سکوں آپ نے فرمایا: پھر تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے میں خیر اور بھلائی کی کوئی چیز بھی نہ چھوڑو۔"

(کشف الاستار ج: ۱، ص: ۴۴۶ مجمع الزوائد، جلد: ۳، ص: ۱۰۹)

امریکہ میں اٹھارہ ہزار امریکی فوجی مُسلمان ہو گئے

واشنگٹن (کے پی آئی) امریکہ میں اٹھارہ ہزار فوجیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ امریکی بحریہ کے ایک مُسلم کپتان یحیٰی نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا ہے کہ امریکہ کی بری بحری اور فضائی افواج میں اٹھارہ ہزار فوجی مُسلمان ہو چکے ہیں۔ تفصیل بتاتے ہُوئے اُنھوں نے کہا کہ امریکی بحریہ میں آٹھ ہزار فوجی ایسے ہیں جنھوں نے فوج میں پہلے سے موجود مُسلمان افسروں اور اہلکاروں سے متأثر ہو کر اسلام قبول کیا ہے جبکہ کئی بڑے افسروں کو اُن کی کارکردگی پر تعریفی اسناد اور میڈل ملنے کے بعد غیر مسلم امریکی فوجی بھی اسلام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں اُنھوں نے کہا کہ امریکی بحریہ میں مُسلمانوں کی تعداد میں اضافے کے بعد بحریہ کے علامتی نشان میں بھی تبدیلی لائی گئی ہے۔ صلیب کے اندر چاند بنا کر نیا علاقہ نشان تشکیل دیا گیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ غیر مسلم افراد اور مُسلمانوں کی جانب سے بھی اسلام کو نظرانداز کرنے کے باعث اسلام کی تعلیمات کو منظرِ عام پر لانے میں مشکلات نہیں تاہم اس کے باوجود بحری اور فضائی افواج میں بھی مُسلمان افسروں کی بڑی تعداد اچھے عہدوں پر تعینات ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ کائنات اسلام آباد ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء)

کھیل اور تفریح

❁

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مدرس و نائب مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

ان کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ وہ کھیل جن سے کوئی دینی یا دنیوی معتد بہ فائدہ مقصود ہو جائز ہیں مثلاً

۱۔ ذہنی و بدنی سکون حاصل کرنا جیسے بیوی سے ہنسی کھیل

۲۔ جہاد کی تیاری کرنا جیسے تیراندازی، نیزہ بازی، گھوڑ دوڑ، بندوق کی نشانہ بازی وغیرہ۔

۳۔ بدنی صحت و فائدہ کے لیے جیسے ورزش کرنا، دوڑ لگانا، چہل قدمی کرنا، کشتی لڑنا، فٹ بال کھیلنا، بیڈمنٹن کھیلنا۔

۴۔ طبیعت کی تھکان دُور کرنے کے لیے جیسے اشعار سُننا سُنانا اور ہلکی پھلکی مباح ادبی تحریریں پڑھنا، باغ کی سیر کرنا۔

۵۔ علمی فائدے کے لیے مثلاً تعلیمی تاش یا دیگر تعلیمی کھیل کھیلنا۔

لیکن یہ کھیل بھی مندرجہ ذیل صورتوں میں حرام اور ممنوع ہو جاتے ہیں۔

۱۔ اگر مقصد محض کھیل برائے کھیل یا وقت گزاری ہو تو یہ جائز کھیل بھی جائز نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کشتی، تیراکی، دوڑ، نشانہ بازی محض لہو و لعب کی نیت سے کرے تو یہ بھی مکروہ ہوں گے۔

۲۔ ان میں اتنا غلو کیا جائے کہ انہی کو مشغلہ بلکہ پیشہ بنا لیا جائے۔

۳ جب یہ کھیل کسی حرام و معصیت پر مشتمل ہوں تو اس معصیت کی یا حرام کی وجہ سے یہ کھیل ناجائز ہوں گے۔ مثلاً کھیل کے دوران ستر کھلا ہوا ہو جیسے فٹ بال اور ہاکی گھٹنوں سے اُونچی نیکر پہن کر کھیلے جائیں یا صرف جانگیہ پہن کر کشتی لڑی جائے یا اس کھیل میں جوا کھیلا جا رہا ہو یا اس میں مرد و زن کا مخلوط اجتماع ہو یا اس میں موسیقی کا اہتمام کیا گیا ہو یا اس میں فرائض و واجبات

کو ترک کیا جارہا ہو یا وہ کھیل کسی خاص کافر قوم کا مخصوص کھیل سمجھا جاتا ہو۔

۲۔ وہ کھیل جن میں موجود کسی دنیوی منفعت کو شریعت نے قابلِ التفات نہیں سمجھا اور ان میں موجود خرابی کا اعتبار کر کے ان کو ناجائز قرار دیا مثلاً شطرنج اور چوسر وغیرہ کیونکہ اگرچہ ان سے ذہن تیز ہونے کا فائدہ ہوتا ہے لیکن چونکہ عام طور سے یہ کھیل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دینے والے ہیں اور جمعہ اور جماعت سے رہ جانے کا باعث بنتے ہیں جو بہت بڑی خرابی ہے جبکہ ذہن کی تیزی کے لیے اور طریقے ہو سکتے ہیں اس لیے یہ کھیل شریعت نے منع کر دیے۔ یہی حکم تاش کا بھی ہے۔ یہ حکم بھی اس وقت ہے جب ان کھیلوں میں جوا نہ ہو۔

۳۔ وہ کھیل جن میں دینی یا دنیوی کچھ فائدہ نہ ہو ایسے کھیل بھی ناجائز ہیں۔ مثلاً لڈو، کیرم کھیلنا وڈیو گیم کھیلنا اور کانچ کی گولیاں کھیلنا وغیرہ کہ ان میں فائدہ کچھ نہیں۔ البتہ وقت کا ضیاع ہے اور کبوتر بازی، جانوروں کو لڑانا اور پتنگ بازی وغیرہ کہ اُن میں وقت کے ضیاع کے علاوہ اور بہت سی کراہتیں ہیں۔

تنبیہہ نمبر ا: کرکٹ کے کھیل میں اگرچہ کچھ ورزش ہوتی ہے لیکن اس کھیل میں فائدہ کے مقابلہ میں نقصان زیادہ ہے۔ مثلاً دو کھیلنے والوں کے علاوہ باقی پُوری ٹیم بیٹھی رہتی ہے اور چونکہ یہ کھیل زیادہ لمبا ہوتا ہے اس لیے وقت بھی زیادہ ضائع ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے فیلڈر بھی یونہی گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح کرکٹ کا میچ مقابلہ دیکھنے والے بھی بے حساب وقت ضائع کرتے ہیں۔

تنبیہہ نمبر۲: ہر قسم کے کھیل کی کمنٹری (رواں تبصرہ) سُننا ایک بے کار کام ہے جو صرف وقت کا ضیاع ہے۔

بقیہ: قبولِ اسلام

دینے کے علاوہ دیگر مضامین بھی پڑھاتی ہوں۔

یہ بھی اللہ ہی کی توفیق سے ہے کہ میں نے مختلف مقامات پر مسلم وومن اسٹڈی سرکل قائم کیے ہیں جن میں غیر مُسلم خواتین بھی آتی ہیں، میں اُنھیں بتاتی ہوں کہ اسی امریکہ میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے عورتوں کی باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی تھی اور ایک عورت کو گھوڑے سے بھی کم قیمت پر یعنی ڈیڑھ سو روپے میں خریدا جا سکتا تھا۔ بعد کے ادوار میں بھی عورت کو باپ یا شوہر کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہ ملتا تھا۔
(بشکریہ ماہنامہ بانگِ درا لکھنؤ)

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

سورۂ کہف کی تلاوت کی برکت

احادیثِ مُبارکہ میں سورۂ کہف کی بڑی فضیلت اور اُس کی تلاوت کی بہت سی برکات ذکر کی گئی ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

" جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔"[1]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

" جس شخص نے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں تلاوت کیں وہ دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔"[2]

حضرت معاذ بن انس جُہنی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

" جو شخص سورۂ کہف کی شروع کی اور آخر کی آیتیں پڑھتا ہے اس کے لیے اس کے قدم سے سر تک ایک نُور ہو جاتا ہے اور جو شخص پُوری سورت پڑھتا ہے

---

[1] مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۰ [2] ایضاً ص ۷۰

تو اس کے لیے زمین سے آسمان تک نُور ہو جاتا ہے"۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا اس کے قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نُور ہو جائے گا جو قیامت کے دن روشنی دے گا اور پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک کے اس کے سب گناہ معاف کر دیے جائیں گے"۔[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرتا ہے اس کے لیے اِس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ایک نُور روشن کر دیا جاتا ہے"۔[3]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا وہ آٹھ روز تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا اور اگر دجّال نکل آیا تو یہ اس کے فتنہ سے بھی بچا رہے گا"۔[4]

علّامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو شخص سورۂ کہف کی تلاوت کرتا ہے اُسے ایک نُور دیا جاتا ہے جو زمین سے آسمان تک دراز ہوتا ہے اور اُسے عذابِ قبر سے بچا لیا جاتا ہے"۔[5]

حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"کیا میں تمہیں ایسی سورت نہ بتاؤں جس کے ساتھ ستّر ہزار فرشتے آئے تھے، جس کی بڑائی نے آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیا تھا، جس کے تلاوت کرنے والے کو اتنا ہی اجر ملتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں ضرور بتلایئے،

---

[1] مسند احمد بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج: ۳، ص۷۰ [2] تفسیر ابن کثیر ج: ۳ ص۷۰ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ [3] مستدرک حاکم بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج: ۳ ص۷۱ ۔ [4] المختارہ للضیاء المقدسی بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج: ۳ ص۷۱ [5] الجامع لاحکام القرآن ج: ۱۰ ص: ۳۴۶

آپؐ نے فرمایا: وہ سورۂ اَصحابِ کہف ہے، جو شخص جمعہ کے دن اس کی تلاوت کرتا ہے اس کے اِس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور تین دن کے مزید بھی اور اسے ایک نُور دیا جاتا ہے جو زمین سے آسمان تک پہنچتا ہے اور اُسے دجّال کے فتنہ سے بچا لیا جاتا ہے۔[۱]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "جو شخص سورہ کہف کی دس آیتیں زبانی پڑھے گا دجال کا فتنہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور جو پُوری سورت پڑھے گا وہ جنّت میں داخل ہو گا۔"[۲]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا:

"جس گھر میں (رات کو) سورۂ کہف پڑھی جاتی ہے اُس گھر میں اُس رات شیطان داخل نہیں ہو پاتا"۔[۳]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"جو شخص سوتے وقت سورۂ کہف کی آخری پانچ آیتیں پڑھے گا تو جس وقت وہ بیدار ہونا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے بیدار فرما دیں گے"۔[۴]

یہ روایت صاحبِ رُوح المعانی علاّمہ محمود آلوسیؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ مَیں نے اس کا بارہا تجربہ کیا ہے۔

علاّمہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ بہت سے ائمہ کرام نے شبِ جمعہ میں اور جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کو مسنون قرار دیا ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ ہر شب سورۂ کہف کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

سورۂ کہف کی عظمت کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پُوری کی پوری سورت ایک وقت میں نازل ہوئی تھی اور ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے تھے۔[۵] اس سورت کے جو فضائل و برکات احادیث

---

[۱] ایضاً ج: ۱۰، ص: ۳۴۶ [۲] ایضاً ج: ۱۰ ص: ۳۴۶ [۳] روح المعانی ج: ۵ ص: ۲۰۰

[۴] رُوح المعانی ج: ۵۔ ص: ۲۰۰ [۵] رُوح المعانی ج: ۵، ص: ۱۹۹

مُبارکہ میں ذکر کیے گئے ہیں اُن پر اعتقاد و یقین کے ساتھ ہر جمعہ کو اس کی تلاوت کرنی چاہیے۔

علّامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ (م: ۸۵۲) نے اپنی ایک کتاب میں سورۂ کہف کی تلاوت کی برکت سے متعلّق ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے جس سے ان احادیث مُبارکہ کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے یہ واقعہ نظر سے گزرا تو جی چاہا کہ اپنے قارئین کے گوش گذار کیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے ۔ علّامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"صفد کے قاضی محمد بن عبدالرحمٰن عثمانی فرماتے ہیں کہ مجھے امیر سیف الدین بلبان الحسامی نے کہا کہ ایک روز میں صحرا کی جانب نکلا، کیا دیکھتا ہُوں کہ ابن دقیق العید قبرستان میں ایک قبر پر کھڑے قرأت قرآن اور دُعا میں مشغول ہیں اور زاروقطار رو رہے ہیں۔ میں نے رونے کا سبب پُوچھا تو کہنے لگے کہ یہ قبر والا میرے شاگردوں میں سے تھا۔ میرے پاس قرآن پڑھتا تھا اس کا انتقال ہوگیا۔ رات مَیں نے اس کو خواب میں دیکھا مَیں نے اسکی حالت دریافت کی تو کہنے لگا کہ جب تم نے مجھے قبر میں رکھا تو میرے پاس ایک چت کبری کتا درندے کی مانند آیا اور مجھے ڈرانے لگا، مَیں اُس سے گھبرا گیا، کیا دیکھتا ہُوں کہ اسی وقت ایک دراز قد خُوب صُورت شخص آیا اور اُس نے کُتّے کو بھگا دیا، پھر میرے پاس آکر بیٹھ گیا اور مجھے مانوس کرنے لگا مَیں نے کہا کہ آپ کون ہیں، کہا کہ مَیں تمہاری سورت الکہف کی تلاوت کا ثواب ہوں جو تم جمعہ کے روز پابندی سے پڑھتے تھے"۔ [1]

قبرستانِ قاسمی دیوبند

دیوبند میں واقع قبرستان جسے "قبرستانِ قاسمی" اور "خطۂ صالحین" کہا جاتا ہے نہایت ہی بابرکت قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں اکابر علماء دیوبند حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ، شیخ الہند حضرت

---

[1] الدرر الکامنۃ ج: ۴، ص: ۹۵

مولانا محمود حسن دیوبندی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی، حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحبؒ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، جامع المنقول والمعقول حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی صاحبؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اوران جیسے بیسیوں بزرگوں کے مزارات ہیں۔ اس قبرستان کے متعلّق مشہور مؤرخ وناقد پروفیسر محمد اسلم مرحوم لکھتے ہیں۔

"دہلی میں مہندیوں کے قبرستان میں خاندانِ ولی اللّٰہی کے قبور کے علاوہ پورے برّاعظم میں کوئی مقام نہیں جہاں علم وتقوٰی کا اتنا بڑا خزانہ دفن ہو۔ "مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى" کے فرمان خداوندی کے مطابق یہ شرف دیوبند کے اس چھوٹے سے خطے کو جسے عرفِ عام میں "خطہ" صالحین کہتے ہیں حاصل ہے کہ اس کی خاکِ پاک سے ایسی عظیم ہستیوں کا خمیر اُٹھایا گیا ہے جن کی صدائے قال اللہ وقال الرسول سے برّ عظیم کے علاوہ عرب وعجم بھی گونج اُٹھے۔

یک بار نالہ کردہ ام از دردِ اشتیاق
از شش جہت ہنوز صدا میتواں شنید

ان بزرگوں کی کچی قبریں بالشت بھر سے اُونچی اور تین فٹ سے زیادہ طویل نہیں ہیں، یہاں نہ عرس ہوتا ہے اور نہ چراغ واگربتی جلانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، یہاں قبروں کو دھو کر پینے، ان پر چادریں چڑھانے، سہرے باندھنے نذریں پیش کرنے اور مشرکانہ نعرے لگانے کی ریت نہیں۔"[1]

اس قبرستان کے متعلّق حضرت مولانا رشید الدین صاحب دامت برکاتہم مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد اپنے ایک مضمون "والد مرحوم کی یاد" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"قاری اصغر علی صاحب مرحوم دار العلوم دیوبند میں مدرس بھی تھے اور میرے حفظِ قرآن کے اُستاذ بھی تھے۔ اُنھوں نے اس واقعہ کو کئی مرتبہ سُنایا کہ میرا متعدّد

---

[1] سفرنامۂ ہند ص ۲۹۹

بار حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے ساتھ فاتحہ خوانی کے لیے قبرستان قاسمی جانا ہُوا۔ وہاں حضرت مدنی رحؒ نے اس خطہ کی طرف اشارہ کرکے جہاں حضرت نانوتویؒ حضرت شیخ الہندؒ اور دیگر اکابر رحمہم اللہ محوِ استراحت ہیں فرمایا کہ اگر اس خطہ میں کسی کو سر چھپانے کی بھی جگہ مل جائے تو انشاء اللہ نجات کے لیے کافی ہے۔

اس بنا پر قاری[1] صاحب مرحوم جب بھی اپنے وطن سہنسپور تشریف لے جاتے تھے تو یہ وصیت کرکے جاتے تھے کہ اگر میرا وہاں انتقال ہوجائے تو میّت کو یہیں لاکر قبرستان قاسمی میں دفن کیا جائے۔"[2]

راقم الحروف کو متعدّد اسفار میں بارہا اس قبرستان میں جانے اور مزاراتِ اکابر پر فاتحہ پڑھنے کی سعادت نصیب ہُوئی ہے۔ ناچیز جب بھی وہاں گیا انتہائی درجہ کا سکون پایا یُوں محسوس ہُوا جیسے سارے قبرستان پر ابرِ رحمت سایہ فگن ہے۔ ناچیز کی بارگاہِ خداوندی میں بڑی لجاجت کے ساتھ اوّلاً تو یہ دُعا ہے "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ بِبَلَدِ رَسُوْلِكَ" اور ثانیاً یہ درخواست ہے کہ آخرت میں اکابر کی رفاقت نصیب ہوجائے۔ (آمین)

"انوارِ مدینہ" میں
اشتہار
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

---

[1] قاری اصغر علی صاحبؒ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز تھے، دارالعلوم دیوبند میں تدریس کیا کرتے تھے، صرف ونحو میں آپ کو مہارت حاصل تھی آپ نے صرف کی معروف کتاب علم الصیغہ کی شرح تسہیل علم الصیغہ کے نام سے اور نحو میر کی شرح ہدیۂ صغیر کے نام سے لکھی تھی۔ ۔۔۔ میں آپ کا انتقال ہُوا اور وصیّت کے مطابق قبرستان قاسمی میں تدفین ہُوئی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً　[2] مشاہدات و تأثرات ص : ۴۷